سورہء ممتحنہ کی آیتِ کریمہ کے بارے میں درمیانی راستہ

المحجة المؤتمنة فی اٰیة المُمتحنة

۱۳۳۹ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

المحجّة المؤتمنة فی اٰیة الممتحنة
۱۳۳۹

(سورۂ ممتحنہ کی آیت کریمہ کے بارے میں درمیانی راستہ)

مسئلہ ۱۸۲ مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی اے حنفی نقشبندی مجددی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

اللہ تعالٰی نے ہمیں کافروں اور یہود و نصارٰی کے تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی تولّی کے معنی "معاملت" اور ترکِ موالات کو "ترکِ معاملت" (نان کوآپریشن) قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالٰی کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے، مذکور نے ۲۰/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کردیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترکِ موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتوٰی دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا، علامہ مذکور کا یہ فتوٰی غلط ہے یونیورسٹی

نقلِ خط مولوی صاحب آقائے نامدار مؤید ملّتِ طاہرہ مولٰینا و بالفضل اولٰینا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پشت ہذا

(باقی برصفحہ آئندہ)

کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے، جو کہ معاملت کے معنی ہیں، مذکورکی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہا ہے، مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوے کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔

الجواب

موالات و مجرد معاملت میں زمین آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ و امثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں، ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے،

لھم مالنا وعلیھم ما علینا۔ اُن کے لئے ہمارے لئے اور جو ان پر ہے ہم پر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پر کا فتویٰ مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرماکر احقر نیازمند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں، انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ / اکتوبر ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوتا ہے اُس میں پیش کرنا ہے کہ دیوبندلوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑہ اٹکانے کی ٹھان لی ہے للہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ نیازمند دعاگو ے حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور ۲۵ / اکتوبر ۱۹۲۰ء

جواب خط مولوی صاحب مکرم کرم فرما جناب مولوی حاکم علی صاحب بی اے سلمہم بعد اہدائے ہدیہ مسنونہ ملتمس کل گیارہ بجے آپ کا فتوی آیا اُس وقت سے شب کے بارے بجے تک اہم ضروریات کے سبب ایک حرف لکھنے کی فرصت نہ ہوئی۔ آج صبح بعد وظائف یہ جواب املا فرمایا امید کہ مجموعہ فتاوی کی نقل کے بعد آج ہی کی ڈاک سے مرسل ہو، اور مولی تعالی قادر ہے کہ کل ہی آپ کو پہنچ جائے، مامول کہ وقت پر موصول ہونے سے مطلع فرمائیں والسلام فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری عفی عنہ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ۔

(یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح اُن کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دُنیوی مواخذہ اُن پر بھی وہی ہوگا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا)

اور غیر ذمی سے بھی خرید و فروخت، اجارہ و استیجار، ہبہ و استیہاب بشروطہا جائز اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانتِ حرب یا اہانتِ اسلام نہ ہو، اُسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو، اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اُس کا استعلا نہ ہو، ایسے ہی امور میں اُجرت پر اُس سے کام لینا یا اُس کا کام کرنا بمصلحتِ شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسمِ کفر کا اعزاز نہ ہو، اُس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتّٰی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہٖ حلال ہے، وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی، اور جو جائز عہد کرلیا اُس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام الٰی غیر ذٰلک من الاحکام،

درمختار میں ہے:

والمرتدۃ تحبس ابدا و تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل اھ[1] قلت وھو العلۃ فانہا تبقی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا وامصارنا لامتناع القتل۔

مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور نہ اُس کے پاس کوئی بیٹھے نہ اُس کے ساتھ کوئی کھائے یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور قتل نہ کی جائے گی۔ میں کہتا ہُوں یہی اُن احکام کا سبب ہے کہ وہ باقی چھوڑ دی جاتی ہے اور فنا نہیں کی جاتی، اور اب اس ملک میں یہ سب مرتد کو بھی شامل ہوگیا کہ قتل نہیں کیا جاسکتا۔

محیط میں ہے:

اذا خرج للتجارۃ الٰی ارض العدو بامان فان کان امرالایخاف علیہ منہ وکانوا قوما یوفون بالعھد یعرفون بذٰلک ولہ فی ذٰلک منفعۃ فلاباس[2]

جب دشمن کے شہر کو امان لے کر تجارت کے لئے جائے اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس پر اُس سے اندیشہ نہیں اور وُہ کافر عہد پُورا کرنے میں مشہور ہوں اور اُسے وہاں جانے میں نفع ہو تو حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دارالحرب

جب مسلمان دارالحرب میں امان لے کر جانا چاہے

---

[1] الدرالمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۰
[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۵

بأمان للتجارة لم يمنع ذٰلك منه و وكذٰلك اذا اراد حمل الامتعة اليهم فى البحر فى السفينة۔[۱]

تو اس سے منع نہ کیا جائے گا اور یونہی جب کچھ اسباب دریائی سفر میں ان کی طرف کشتی میں لے جائے۔

اسی میں ہے :

قال محمد لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح، فان کان خمرًا من ابریسم اوثیابا رقاقا من القز فلا باس بادخالھا الیھم ولا باس بادخال الصفر والشبه الیھم لان ھذا لا یستعمل للسلاح[۲] (ملخصًا)

امام محمد نے فرمایا مسلمان جو مالِ تجارت چاہے حربیوں کی طرف لے جا سکتا ہے مگر گھوڑے اور ہتھیار، تو اگر ریشمی دوپٹے یا دیبا کے باریک کپڑے ہوں تو انھیں اُن کی طرف لے جانے میں حرج نہیں اور پیتل اور جست ان کی طرف لے جانے میں مضائقہ نہیں کہ ان سے ہتھیار نہیں بنتے۔ (ملخصًا)

اسی میں ہے :

لا یمنع من ادخال البغال والحمیر و الثور والبعیر[۳]

خچر اور گدھے اور بیل اور اونٹ دار الحرب میں لے جانا مضائقہ نہیں رکھتا۔

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے :

مسلم اٰجر نفسه من مجوسی لاباس به[۴]

مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔

ہدایہ میں ہے :

من ارسل اجیراله مجوسیا او خادمًا فاشتری لحما فقال اشتریته من یھودی او نصرانی او مسلم

جس نے اپنا نوکر یا غلام مجوسی بازار کو بھیجا اس نے گوشت خریدا اور کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے اُسے اُس کے کھانے کی

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس فی المستامن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳
[۲] " " " " " " " " "
[۳] " " " " " " " " "
[۴] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۵۹

وسعه اکلہ[1]

گنجائش ہے (کہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم[2]

بادشاہِ اسلام اگر کسی کافر کو قاضی بنائے کہ ذمی کافروں کے مقدمے فیصل کرے تو جائز ہے اسے زیلعی نے بابِ تحکیم میں ذکر کیا۔

محیط میں ہے:

قال محمد مایبعثہ ملك العدو من الھدیۃ الی امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانہ لاباس بقبولھا ویصیر فیأ للمسلمین وکذلك اذا اھدی ملکھم الی قائد من قواد المسلمین لہ منعۃ ولوکان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس لہ منعۃ یختص ھو بھا[3]

امام محمد نے فرمایا دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ مسلمانوں کے سپہ سالار یا خلیفہ حاضر لشکر کو بھیجے اُس کے قبول میں حرج نہیں تو وہ سب مسلمانوں کے لئے مشترک ہو جائے گا یونہی جب ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی فوجی سردار کو ہدیہ بھیجے جس کے پاس فوج ہو اور اگر کسی اسلامی سردار کو بھیجا جس کے پاس اس وقت فوج نہیں تو ہدیہ خاص اسی سردار کی ملک ہوگا۔

اسی میں ہے:

لوان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلاباس بہ، وکذلك لوان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیۃ و اھدی ملك العدو الیہ ھدیۃ[4]

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور سردارِ لشکر کچھ ہدیہ دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجے اس میں حرج نہیں، اور یونہی اگر سرحدوں کا سردار دشمنوں کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ بھیجے اور دشمنوں کا بادشاہ اسے ہدیہ بھیجے۔

---

[1] الھدایۃ کتاب الکراھیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۱
[2] الدر المختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱
[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ المحیط الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۶
[4] " " " " " " ۲/ ۲۳۶

وقال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من المؤمنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[1] (وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا) وقال تعالٰی وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[2]، وقال تعالٰی الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الٰی مدتھم ان اللہ یحب المتقین[3] وقال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[4] (وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا[5]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتغدروا[6]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حلال ہیں تمہارے لئے پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور اُن میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم اُن کے مہر دو (اور اس مسئلہ کی پُوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف میل کرو، سب کافروں کو قتل کرو مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ ہولیا، پھر انھوں نے تمہارے حق میں کوئی تقصیر نہ کی اور تم پر کسی کو مدد نہ دی تو اُن کا عہد ٹھہری ہُوئی مدت تک پُورا کردو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے عہد پورا کرو بیشک عہد پُوچھا جائے گا، اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے مسلمانوں میں صلح جائز ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدعہدی نہ کرو۔

وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا، نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلاً اصل نہیں اور خود ان مانعین کا طرزِ عمل اُن کے کذب دعوی پر شاہد، ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں ہے، فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵
[2] ؍؍ ۸/ ۶۱
[3] ؍؍ ۹/ ۴
[4] ؍؍ ۱۷/ ۳۴
[5] سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب فی الصلح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰
[6] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲

لینا ہے اور اُن کے استعمال میں دینا عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی ملک ہیں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں، سبحان اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے۔ تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع، اس اُلٹی عقل کا کیا علاج، مگر اس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفسِ اسلام کو پلٹ دیا مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد فرض کیا خوشنودی ہنود کے لئے شعار اسلام بند اور شعار کفر کا ماتھوں پر علم بلند، مشرکین کی جے پکارنا اُن کی حمد کے نعرے مارنا، اُنھیں اپنی اُس حاجتِ دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدارِ ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اُس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں، اپنا امام و ہادی بنانا مساجد میں مشرک کو لے جاکر مسلمانوں سے اونچا کرکے واعظِ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو اُس کا ماتم گاہ بنانا، اُس کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجبِ کفر و مورث ضلال، یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلو تو اپنے خدا کو راضی کرلو گے، صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کردی، یہ ہے موالات یہ ہے حرام، یہ ہیں کفریات، یہ ہیں ضلال تام، فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار، واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر احمد رضا غفرلہ

جواب امام اہلسنت عین حق ہے کلام الامام امام الکلام دیوبندیوں سے منع استصواب حق وصواب، تھانوی صاحب کا عٖ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی دین پرستی کہ اُنھوں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور فتوائے اصلی جمعیت علمائے ہند ص ۳ و ۵ پر یہ مضمون چھاپ دیا: الحمد والمنۃ کہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء عالیجناب مؤید ملتِ طاہرہ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کا فتوٰی موصول ہُوا اس سے مجھے ٹھیک پتا لگا کہ مولوی اشرفعلی صاحب تو سرو سرغنہ دیوبند ہیں، یا اللہ! میری توبہ، مجھ سے یہ غلطی میرے ایک دوست نے کرا دی استغفر اللہ تعالیٰ ماسبق من کل ذنب ۱۲۔

استثنا عجب العجاب یہ سرو سرغنہ دیوبند ہیں۔ افعی راکشتن و بچہ اش رانگاہ داشتن (سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کی حفاظت کرنا۔ت) کا حال معلوم نہ کہ بچگان کشتن و افعی گذاشتن (بچوں کو مارنا اور سانپ کو چھوڑ دینا۔ت) واللہ تعالٰے اعلم۔ فقیر مصطفٰے رضا قادری مہتم دار الافتائے اہلسنت و جماعت بریلی۔

۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم ہ

مسئلہ ۱۸۳ از لاہور بڑی بساط گڑیار اکبری منڈی مسئولہ چودھری عزیز الرحمٰن صاحب بی،اے، سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لائلپور ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

جناب حضرت قبلہ و کعبہ مجدد دوراں حضرت احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد حمد و صلوٰۃ واضح رائے عالی ہو کہ حضور کا فتوٰی جو مسٹر حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور کے خط کے جواب میں حضور نے ارسال فرمایا پڑھ کر خاکسار کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ خاکسار آں حضور کو جیسا کہ لاکھوں کروڑوں پنجاب و ہندوستان کے سنت و جماعت مجدد وقت مانتے ہیں اس زمانے کا مجدد مانتا ہے اور جب سے ہوش سنبھالا اسی عقیدے پر بفضل خدا رہا ہے جس پر آپ اور دیگر بزرگانِ قوم و علمائے کرام ہیں یا ہوتے آئے ہیں لیکن اس فتوے کو دیکھ کر میرے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہوا ہے اور میں نے یہ جرأت کی ہے کہ جناب سے مفصل طور پر دریافت کروں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اندرونی و بیرونی دشمن اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کفار کی مدد سے باغیوں (شریف مکہ) نے چھین لئے ہیں اور کفار جزیرۃ العرب (جدہ و عدن وغیرہ) میں اپنا قدم جمائے بیٹھے ہیں اور خلافت ریزہ ریزہ کی گئی ہے اور ایک بڑی سلطنت کا وزیر اعظم اپنی تقریر میں صاف کھلے لفظوں میں برملا کہتا ہے کہ یہ لڑائی جو عراق عرب میں مسلمانوں سے ہوئی مذہبی لڑائی تھی اور اب ہم نے بیت المقدس اُن کی گندگی سے پاک

کردیا ہے وغیرہ وغیرہ، غرضکہ ایسے وقت جبکہ اعداء اللہ نے اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، عراق، فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا، پھر کفار کی حریفانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے ہیں، خلیفۃ المسلمین دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہو چکا ہے، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اپنے گھروں (تھریس سمرنا وغیرہ) اور زرخیز علاقوں سے زبردستی نکالے جا رہے ہیں، اور مسجدوں پر زبردستی قبضہ کر لیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کے علماء قرآنی احکام ڈرتے ڈرتے بتاتے ہیں، جہاد کا تو نام ہی منہ پر آنا لیس قیامت ہے، کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت وغیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں، مسٹر حاکم علی نے ایک پالیسی سے انگریز پرنسپل اور دوسرے انگریز افسروں اور غدار مسلمانوں کو خوش کرنے کے واسطے حضور سے ایک عجیب طرز میں فتویٰ پوچھا اور حضور نے اُس کے مضمون کے مطابق صحیح صحیح فیصلہ جواب میں بھیج دیا، یہ بالکل درست کہ موالات و مجرد معاملات میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن دین کا نقصان کرکے دُنیوی معاملت کہاں جائز ہے حضور نے بہت سی شرائط سے مشروط کرکے گول مول جواب عنایت فرمایا ہے لیکن اس وقت ضرورت ہے ایسے فتوے کی جو صاف صاف لفظوں میں حالاتِ حاضرہ پر نظر کرکے بغیر کسی شرط کے لکھا جائے تاکہ ہر ایک عالم وجاہل جو آپ کا پیرو ہے فوراً پڑھ کر جان لے کہ اُس کے واسطے اب ایسا کرنا ضروری ہے، حالاتِ حاضرہ حضور پر بخوبی روشن ہیں اور کچھ تھوڑے سے میں نے اوپر بیان کئے ہیں کیا مسلمانوں کا بھرتی ہو کر فوج میں مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے اور غلام بنانے کے لئے جانا اور دوسرے کلرکوں کا اُن کی امداد کے لئے عراق و عرب و شام وغیرہ میں ملازمِ گورنمنٹ ہو کر جانا جائز ہے، اگر جانا جائز نہیں تو پھر آپ جیسے بزرگ کیوں چپ چاپ بیٹھے ہیں، کیوں نہیں ایسے فتوے شائع کرتے اور اظہارِ حق میں دنیوی طاقت سے کیوں ڈرتے ہیں، موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور ان کی اعانت کرنے کا جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہو کر بے خوف و خطر لوگوں کو صراطِ مستقیم بتانے کا ہے، حضور نے جو لکھا ہے کہ الحاق اور اخذ امداد جائز ہے اگر کسی امرِ خلافِ اسلام و مخالفِ شریعت سے مشروط نہ ہو۔ عالیجاہا! گورنمنٹ جو امداد اسکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وہ خاص اغراض کو مدِّ نظر رکھ کر دی جاتی ہے، اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن اگر اس بارے میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ضرور ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں، دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلافِ اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں، تیسرے دینی تعلیم

لازمی نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ دیا جائے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے چار گھنٹے وقت ضرور خرچ ہو اگر چار گھنٹے سے کم ہوگا تو امداد نہیں ملے گی، پھر جو استاد دینیات پڑھائے گا اس کو امداد نہیں دی جائے گی، پھر فلاں فلاں مضمون ضرور طالب علم کو لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہوسکتا، پھر ڈرل وغیرہ اور کھیلوں کی طرف دیکھو جن میں ہر ایک طالب علم کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے، آج کل جو ڈرل سکھائی جارہی ہے اس میں عجیب مخرب اخلاق باتیں کی جارہی ہیں، امداد لینے اور الحاق یونیورسٹی سے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہی ڈرل تمام اسکولوں میں کرائی جائے، کھیلوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ عجیب بے پردہ لباس پہنا جاتا ہے، فٹ بال اور ہاکی میں جو نیکر پہنے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں، غرضکہ کیا عرض کروں اسی الحاق وامداد کی خاطر معلمین ومتعلمین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن شریف ودینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرادوں کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سننی ہے قرآن شریف تو نہیں سننا، جماعتوں میں جو ترقی دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا جانتا ہے یا نہیں قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور ایف اے اور بی اے پاس کرتا چلا جائے گا، یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کررہا ہوں دوسرے اسکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں، یہ سب کس واسطے ہورہا ہے، اسی واسطے کہ ہم یونیورسٹی سے الحاق رکھنا چاہتے ہیں اور سرکاری امداد لینا چاہتے ہیں، اگر یہ خیال نہ ہو تو بالکل حالت بدل جائے طالب علم پکے مسلمان بن جائیں ان میں حمیت وغیرت مذہبی پیدا ہوجائے انکے اخلاق درست ہوجائیں نیچریت اور دہریت کا اثر انکے دلوں سے دور ہوجائے، انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوجائیں اور لباس اور فیشن وغیرہ ہر بات میں تقلید نصاریٰ کر رہے ہیں اس سے چھوٹ جائیں غرضکہ ہزاروں طرح کی برکات حاصل کریں، میرا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے، حضور پر سب حال روشن ہے میں حضور سے یہ فتویٰ مانگتا ہوں، برائے مہربانی جواب باصواب سے خاکسار کو مشکور وممنون فرما کر عنداللہ ماجور رہوں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ حالاتِ حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ سے ترکِ موالات (عدمِ تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق کرنا اندریں حالات چاہئے یا نہیں، جواب باصواب سے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور رہوں۔ فقط والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ٥

مکرم کرم فرما سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رب عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ، اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب [1]

خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

من و تو کی کیا حقیقت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ معاندین کے چند طریقے رہے ہیں:

اوّل سرے سے بات نہ سُننا کہ:

لاتسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون [2]

یہ قرآن سُنو ہی نہیں اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید تم غالب آؤ۔

دوم سن کر مکابرانہ تکذیب کا منہ کھول دینا کہ: ان انتم الا تکذبون [3] تم تو نہیں مگر جھوٹے۔

سوم ہدایت کو معلل بالغرض بتانا کہ: ان ھذا لشیئ یراد [4] اس میں تو ضرور کچھ مطلب ہے۔

چہارم حق کا باطل سے معارضہ کرنا:

ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا بہ الحق واتخذوا اٰیٰتی وما انذروا ھزوا [5]

کافر باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اُس سے حق کو زائل کردیں اور انھوں نے میری آیتوں اور ڈراووں کو ہنسی بنالیا ہے۔

مسلمان پر فرض کہ ان سب طُرقِ باطلہ سے پرہیز کرے اور اُس پر عامل ہو جو راستہ پہلی آیت بشارت میں اُس کے رب نے بتایا ہر تعصب و طرفداری سے خالی الذہن ہو کر کان لگا کر بات سُنے اگر انصافاً حق پائے اتباع کرے کہ بارگاہِ عزت سے ہدایت و دانشمندی کا خطاب ملے ورنہ پھینک دینا تو ہر وقت اختیار میں ہے واللہ الہادی وولی الایادی۔

مدارس کے اقسام اور ان میں امداد لینے کے احکام

(۱) ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ کو بنارس کچی باغ سے یہ سوال آیا: "مدرسہ اسلامیہ عربیہ

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸

[2] " " ۴۱/ ۲۶

[3] " " ۳۶/ ۱۵

[4] " " ۳۸/ ۶

[5] " " ۱۸/ ۵۶

جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ و احادیث و قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، ممبرانِ خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیے، پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟ مدرسہ ہذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت وغیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی فقط۔"

اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاطاً شکلِ شرط میں دیا گیا کہ "جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو جو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔"

۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ کو کراچی سبزی بازار سے یہ سوال آیا: "ایک ایسے صوبے میں جس کی قریباً پچاسی فیصدی آبادی اسلامی کاشتکاروں پر مشتمل ہے جس کے سالانہ محاصل کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وصول کر کے حصہ رسدی مدارس مروّجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اس سے استفادہ جائز ہے ناجائز؟ خصوصاً ایسے مدارس کے لئے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں جن کی دینی تعلیم پر اربابِ حکومت کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کی نصابِ تعلیم کا سرکاری حصہ مروّجہ تعلیم بھی خفیف سے خفیف شائبہ موانع شرعیہ سے جزاً و کلاً پاک ہے فقط۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا: "جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور اُن میں وہابیت، نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو اُن کا جاری رکھنا موجب اجرِ عظیم ہے، ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وُہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم"

ندوہ کو بھی گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس پر ایسے قیود نہ تھے جو آپ نے ذکر کئے اور ضرور کچھ مدارس وُہ بھی ہیں جن پر امداد امورِ خلافِ شرع سے متقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ بلاشبہہ ناجائز ہے اگرچہ صرف اسی قدر کہ کھیل میں بے ستری یا خلافِ حیا، و مخرب اخلاق باتوں کی شرط ہو خصوصاً وُہ صورت جو آپ نے بیان کی کہ نصاب میں وُہ کتابیں مقرر ہوں جن میں خلافِ اسلام باتیں ہیں حتیٰ کہ معاذ اللہ توہینِ شانِ رسالت اس میں حرمت در کنار کفر نقد وقت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ مولوی حاکم علی صاحب کی تحریر میں کوئی تفصیل نہ تھی لہٰذا یہ جواب دینا ضرور ہُوا: "وہ الحاق واخذ امداد اگر کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اُس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا۔"
یہ جواب دونوں صورتوں کو حاوی اور ناقابلِ تبدیل ہے حالاتِ حاضرہ سے اس کی کسی شق میں تغیر نہ ہُوا نہ یہاں کوئی جواب مطلق بلا شرط ہو سکتا ہے۔

(۲) انگریزوں کی تقلید فیشن وغیرہ سے آزادی

لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخربِ دین تعلیموں پر اب تک قائم ہیں

اور دہریت ونیچریت سے نجات بہت دل خوش کُن کلمات ہیں خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترک امداد والحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے اُس آگ کے بُجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں، انگریزی اور وہ بے سود وتضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دُنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں وآں ومہملات پر مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا، جیسا کہ عام طور پر مشہود ومعہود ہے جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم وتکمیل عقائدِ حقہ وعلومِ صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں ساعی ہیں؟ ہرگز نہیں، صرف امداد والحاق ترک کراتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ چھڑاتے ہیں نہ چھوٹیں گے، کیا انھیں میں نہیں وہ لوگ جن سے پُوچھا جاتا کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے سوم کے چنے پڑھوانا ہیں، کیا اب ان کے خیالات بدل گئے، کیا اب انھوں نے انگریزی کے سوا اور رزاق سمجھ لیا، کیا اب یہ جواب نہ دیں گے کہ پُرانے علوم سیکھ کر کیا کمائیں گے، کیا اب انھیں شبلی کے شعر بھول گئے ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے	وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک ودیں نئی ہے	افلاک نئے زمیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں ماسبق کو	گردوں نے اُلٹ دیا ورق کو
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے	اُس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم	یعنی کہ علومِ نو کی تعلیم
تدبیرِ شفا جو ہے تو یہ ہے	اس دُکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تقویمِ کہن سے ہاتھ اٹھائیں	تہذیب کے دائرے میں آئیں
سیکھیں وہ مطالبِ نو آئیں	یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقیں
وہ گنجِ گراں دانشِ فن	وہ فلسفۂ جدید بیکن
کیپلر کی وہ نکتہ آفرینی	نیوٹن کے مسائل یقینی

اور بفرضِ غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیڈر کہ انھیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیڈر بنے کس مصرف کے رہیں گے جب وہ مردود ویہ خود مطرود، کیا اس وقت یہ شعرِ حالی اُن کا ترجمانِ حال نہ ہوگا ؎

قتل یا نفر ہو تو کچھ کام آئے
مگر اُن کو کس مد میں کوئی کھپائے[1]

لیڈر نصاریٰ کی ادھوری غلامی چھوڑتے اور مشرکین کی پوری غلامی مناتے ہیں

(۳) نصاریٰ کی یہ غلامی کہ پیر نیچر نے تھامی لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی، اُس کے نتائج تشبہ وضع تحقیر شرع وشیوع دہریت وفروغ نیچریت مطابقی نہ تھے بلکہ التزامی، اب اگر بعد خرابی بصرہ آنکھیں کُھلیں اور اُسے چھوڑنا چاہتے ہیں مبارک ہو اور خدا سچ کرے اور راست لائے مگر للہ انصاف، وہ غلامی ادھوری تھی سید احمد خاں نے کسی پادری یا نصرانی کو امورِ دین میں صراحۃً اپنا امام وپیشوا نہ لکھا تھا آیات واحادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ وہادی نہ بنایا تھا نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری کو نبی بالقوہ نہ بتایا تھا اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے اُن کے ساتھ یہ سب کچھ اور اُن سے بہت زائد کیا جا رہا ہے، یہ کون سا دین ہے، نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب، فرمن المطر ووقف تحت المیزاب

چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر

موالات ہر کافر سے حرام ہے

(۴) موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو،

قال تعالیٰ:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[2]	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ ورسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالات صوریہ کے احکام

حتی کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا، قال تعالیٰ:

---

[1] مسدس حالی مطبوعہ نولکشور لاہور ص ۶۴
[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

28 یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق [1]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اُس حق سے کفر کررہے ہیں جو تمھارے پاس آیا۔

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیح [2] البخاری ومسلم (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے۔ ت)، تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظہار صورۃ الموالاۃ لھم وان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ [3]

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ، قال تعالٰی:

الا ان تتقوا منھم تقٰۃ [4]

مگر یہ کہ تمھیں اُن سے واقعی پُورا ڈر ہو۔

وقال تعالٰی:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان [5]

مگر وہ جو پُورا مجبور کیا جائے اور اُس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

مجرد معاملت کا حکم اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اُس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام وشریعت، ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر۔ قال تعالٰی:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان [6]

گناہ وظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لاتتخذوا عدوی وعدوکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۲۶

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) سورۃ ۵/۵۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۸

[4] " ۳/۲۸

[5] " ۱۶/۱۰۶

[6] " ۵/۲

غیرقوموں کے ساتھ جوازِ معاملت کی مجمل تفصیل اُسی فتوے میں آپ ملاحظہ فرماچکے، ہر معاملت کے ساتھ وہ قید لگادی ہے جس کے بعد نقصانِ دین کا احتمال نہیں، ان احکامِ شرعیہ کو بھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا، نہ یہ شریعت بدلنے والی ہے،

لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید[1]۔ باطل نہیں آسکتا نہ اُس کے آگے نہ اُس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے گئے کا۔

(۵) احکامِ الٰہیہ میں لیڈروں کی طرح طرح کھینچ تان بلکہ کایا پلٹ

للہ انصاف، اس میں کون سی کھینچ تان ہے، جتنی بات کہی گئی صاف صریح احکامِ شرعیہ وجزئیاتِ منصوصہ ہیں کھینچ تان کر احکامِ شرعیہ میں تغییر کا وقت خادمِ شرع کے لئے نہ اب ہے نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہو، ہاں خادمانِ گاندھی کے لئے نہ صرف کھینچ تان بلکہ کلامِ الٰہی واحکامِ الٰہی کو یکسر کایا پلٹ کرکے فرضیت موالات کفار نباہنے کا وقت ہے۔ مسجد میں کسی دبے ہوئے ذمی کے ذلت خواری کے ساتھ آنے کے جواز کا اختلافی مسئلہ نکالیں اور مشرک کو بروجہ استعلاء مسجد میں لے جانا اور مسلمانوں کا واعظ وہادی بنانا مسند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جانا اس پر ڈھالیں دبے ہوئے ملتجی بے قابو مشرک سے کوئی بالائی خدمت یا زرہ جود بکر عاریۃ لینے کے جواز کا مسئلہ دکھائیں اور اُس سے خودسر خودغرض زبردست، خونخوار مشرکوں کے دامن پکڑنا، اُن کے سایہ میں پناہ لینا، اُن صریح بدخواہوں کی رائے پر اپنے آپ کو سپرد کردینا منائیں، کفار معاہدین یا بعض کے نزدیک قتال سے بالذات

عہ خود محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں: اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال فی التاجر یختلف الی ارض الحرب انہ لاباس بذلک مالم یحمل الیھم سلاحا اوکراعا وسلبا، قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ[2] یعنی ہمیں امام اعظم نے امام حماد بن ابی سلیمٰن انہوں نے امام ابراہیم نخعی سے خبر دی کہ تجارت کے لئے دارالحرب میں تاجر کی آمد ورفت جائز ہے جب تک اُن کی طرف ہتھیار یا گھوڑے یا قیدی نہ لے جائے، امام محمد نے فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول امام اعظم کا ہے، نیز موطا شریف کی عبارت آتی ہے کہ مشرک مقاتل کو ہدیہ بھیجنے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو، اور یہی قول امام اعظم اور ہمارے عام فقہاء کا ہے[3] انتہی ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

[2] کتاب الآثار امام محمد باب حمل التجارۃ الی ارض الحرب حدیث ۸۵۱ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۶۷

[3] موطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۷۱

عاجزین کے ساتھ کچھ مالی سلوک کی رخصت والی آیت سنائیں اور اُسے خونخوار مشرکین سخت اعدائے اسلام و مسلمین کے ساتھ اتحاد و وداد بلکہ غلامی و انقیاد کی نہ صرف رخصت بلکہ اعظم فرضیت کی دلیل بنائیں، ان سب کا بیان بعونہ تعالٰی ابھی آتا ہے آپ انصاف کرلیں گے کس نے کھینچ تان کی، حاشا نہ صرف کھینچ تان بلکہ کمال جسارت سے احکامِ الٰہیہ کا یا پلٹ کرکے قرآن و حدیث کی عمر بُت پرستی پر قربان کی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

تعلیم کے لئے امداد لینا اور لیڈروں کی دینی حالت کہ اسلام اُن کو نہ جب مدِنظر تھا نہ اب ہے

(۶) اور تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو مخالفت شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو قطعاً بے غائلہ ہے جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلاً کوئی دلیل نہیں، دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو، کیا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰے عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایہ قبول نہ فرمائے، جو وجوہِ شناعت آپ نے اُن مدارس میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتی کہ توہینِ حضور سید الانام علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بیشک جو اس قسم کے اسکول یا کالج ہوں اُن میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و تعلم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے، آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں پھر غیر اسلامیہ کا کیا پُوچھنا، مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وُہ اور اُن کے بازو اور ان کے ہم زبان عام طور پر انھیں اسکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے، انھیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم اے، بی اے کی پائے ہوئے ہوں گے، کیا اس وقت تک ان میں یہ خباثتیں نہ تھیں، ضرور تھیں مگر ان صاحبوں کو مقبول اور منظور تھیں، اور اب بھی جو آنکھ کھلی تو صرف ایک گوشہ انگریزوں کی طرف کی اور وُہ بھی شریعت پر زیادت کے ساتھ کہ اُن سے مجرد معاملت بھی حرام قطعی بلکہ کفر، اور مشرکوں کی طرف کی پہلے سے بھی زیادہ پھٹ ہو گئی کہ اُن سے وداد و اتحاد واجب بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد فرض، انھیں راضی کرلیا تو خدا کو راضی کرلیا تو ثابت ہوا کہ اسلام ان حضرات کو نہ جب مدِنظر تھا اور نہ ایسی مخرب دین تعلیموں سے بھاگتے، نہ اب مدنظر ہے ورنہ مشرکوں کے اتحاد و انقیاد کے نغمے نہ جاگتے ؏

نہ آغاز بہتر نہ انجام اچھا

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

موالات کی بحث

(۷) ترکِ معاملت کو ترکِ موالات بنا کر قرآنِ عظیم کی آیتیں کہ ترکِ موالات میں ہیں سُوجھیں مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگائی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں، ہندو تو بادیانِ اسلام ہیں، آیتیں صرف نصارٰی کے بارے میں ہیں اور نہ کل نصارٰی فقط انگریز، اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے حالاتِ حاضرہ سے ہُوئے ایسی ترمیمِ شریعت تغییرِ احکام و تبدیلِ اسلام کا نام خیر خواہیِ اسلام رکھا ہے۔ ترکِ موالاتِ کفار میں قرآنِ عظیم نے ایک دو، دس بیس جگہ تاکید شدید پر اکتفاء نہ فرمائی بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کھول کر تعلیمِ حق سنائی اور اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ:

قد بینا لکم الأیٰت ان کنتم تعقلون[1]

ہم نے تمہارے لئے آیتیں صاف کھول دی ہیں اگر تمہیں عقل ہو۔

مگر توبہ کہاں عقل اور کہاں کان، یہ سب تو وِدادِ ہنود پر قربان، لاجرم اُن سب سے ہندوؤں کا استثناء کرنے کے لئے بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآنِ عظیم میں تحریفیں کیں، آیات میں پیوند جوڑے، ہیش تویش واحد قہار کو اصلاحیں دیں اُن کی تفصیل گزارش ہو تو دفتر طویل نگارش ہو۔

آیۂ ممتحنہ کا روشن بیان

ایک آیۂ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقلِ مجلس ہے یعنی کریمۂ ممتحنہ لاینھٰکم اللّٰہ الأیة

اس میں اکثر اہلِ تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں: اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عزوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قولِ اکثر کی حجت حدیثِ بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالتِ کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انہوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی اُس پر آیۂ کریمہ اُتری کہ اُن سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقاً ارشاد ہے وصاحبھما فی الدنیا معروفاً [1] دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قولِ امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابلِ نسخ، اور قولِ سوم یعنی ارادۂ نساء و صبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستانِ ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد و اتحاد منا رہے ہیں عورتیں اور بچے نہیں، قولِ اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کیلئے ہے، اور یہی قولِ اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہل تاویل اُسے محکم مانتے ہیں۔

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ لا ینھٰکم در بارۂ اہلِ ذمہ اور آیۂ ینھٰکم اللہ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بنا پر ہدایہ و درر وغیرہما کتب معتمدہ میں فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل و حرام، آیۂ لا ینھٰکم اللہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ انما ینھٰکم اللہ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔ عبارت ہدایہ یہ ہے:

یجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقولہ تعالٰی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الاٰیۃ، والثانی لانھم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات ولھٰذا جاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیاۃ فکذا بعد الممات وفی الجامع الصغیر الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الاٰیۃ۔ [2]

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کے لئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے اوّل تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالٰی تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک، اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے اسی لئے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کرسکتا ہے تو یوں ہی بعد موت بھی، اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تو تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

[2] الھدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۳

کافرؔ سے خاص ذمی مراد ہے بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ و لہذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی :

وصیۃ المسلم للکافر الذمی وعکسہا جائزۃ[1] — مسلمان کا کافر ذمی کیلئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے ۱۲

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا :

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لاتجوز لہ الوصیۃ علی ما نبین[1] — عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے ۱۲

ایسا ہی جوہرہ نیرہ و مستصفی میں ہے کفایہ میں فرمایا :

ارادبہ الذمی بدلیل التعلیل وروایۃ الجامع الصغیر ان الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ[3] — صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کیلئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی و کنز و تنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا :

یجوز ان یوصی المسلم للذمی و بالعکس[4] — جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی ۱۲۔

تفسیر احمدی میں ہے :

والحاصل ان الاٰیۃ الاولٰی ان کانت — حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی

عـہ یہاں سے بعض مفتیان اجہل کی جہالت شدیدہ ظاہر ہوئی جنھوں نے عبارت ہدایہ کو مشرکین ہند پر جمایا طرفہ یہ کہ اپنی ہی نقل کردہ عبارت نہ سوجھی لانھم بعقد الذمۃ سوجھی کیوں نہیں قصداً عوام کو دھوکے دینے کی ٹھہرائی ۱۲۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] العنایۃ شرح الہدایۃ علٰی ہامش فتح القدیر کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۵۵

[2] الجوہرۃ النیرۃ (مفہوماً) کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۳۹۱

[3] الکفایۃ مع فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۵۵

[4] کنز الدقائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۱۴

فی الذمی والثانیۃ فی الحربی کما ھو الظاھر وعلیہ الاکثرون کان دالا علی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولھذا تمسک صاحب الھدایۃ فی باب الوصیۃ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان و لھذا المعنی قال فی باب الزکوۃ ان الصدقۃ النافلۃ یجوز اعطاؤھا للذمی دون الحربی۔[1]

رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو اور دوسری جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام، و لہذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انھیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام ۱۲۔

نہایہ امام سغناقی وغایۃ البیان امام اتقانی و بحر الرائق و غنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غیر الزکوۃ الی الذمی لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الاٰیۃ وقید بالذمی لان جمیع الصدقات فرضا کانت او واجبۃ او تطوعا لاتجوز للحربی اتفاقا کما فی غایۃ البیان لقولہ تعالٰی ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واطلقہ فشمل المستامن وقد صرح بہ فی النھایۃ۔[2]

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمھیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ ذمی کی قید اس نے لگائی کہ حربی کے لئے جملہ صدقات حرام ہیں فرض ہوں یا واجب یا نفل، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔ حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطان اسلام سے پناہ لے کر دار الاسلام میں آیا اُسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں، اور نہایہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ سورۃ الممتحنۃ المطبع الکریمی بمبئی ص ۷۰۰-۶۹۹

[2] البحر الرائق باب المصرف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۲

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لایجوز دفع الزکوٰۃ الی ذمی وقال زفر یجوز لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین صرف الصدقات کلھا الیھم بخلاف الحربی المستامن حیث لایجوز دفع الصدقۃ الیہ لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اھل الحرب خرجوا من عموم الفقراء[1] (ملخصاً)

ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے روکتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں، اور ائمہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیر ان سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم، ثم قال انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2] الاٰیۃ۔

خاص ذمی کے لئے وصیت جائز اور حربی کے لئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اللہ تعالٰی تمھیں اُن سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمھیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمھیں اُن سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

کافی میں ہے:

یجوز ان یدفع غیر الزکوٰۃ الی ذمی وقال ابو یوسف والشافعی لایجوز کالزکوٰۃ ولنا قولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابو یوسف وامام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل،

---

[1] تبیین الحقائق باب المصرف المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۳۰۰

[2] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۹۱

الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم[1]۔ | اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدیر میں ہے:

الفقراء فی الکتاب عام خص منہ الحربی بالاجماع مستندین الی قولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2]۔ | قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں اُن سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنایہ ومعراج الدرایہ ومحیط برہانی وجوہرہ زادہ وشرنبلالی و بدائع وسیر کبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلکِ ائمۂ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ و نسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ نرا احسان مالی نہیں بلکہ وداد اتحاد بگھارتے ہیں۔

آیت میں نسخ کے اقوال

یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[3]۔ دیدہ دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیۂ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے اُن کے نزدیک وہ ضرور آیاتِ قتال وغلظت سے منسوخ ہے، اجلّہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے: ما رأیت افضل من عطا میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولٰی امیر المومنین عمر فاروق اعظم وقتادہ وتلمیذ خاص حضرت انس خادمِ خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی، تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلوکم" فالاکثر علی انھم اھل العھد | اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" اُن سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہل تاویل اس پر ہیں

---

[1] کافی شرح وافی

[2] فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

الذين عاهدوا رسول الله صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم على ترك القتال والمظاهرة
في العداوة وهم خزاعة كانوا عاهدوا
الرسول على ان لا يقاتلوه ولا يخرجوه،
فامر الرسول عليه الصلوٰة والسلام بالبر
والوفاء الى مدة اجلهم، وهذا قول
ابن عباس ومقاتل ابن حيان
ومقاتل ابن سليمٰن ومحمد
ابن سائب الكلبي، وقال مجاهد
الذين اٰمنوا بمكة ولم يهاجروا
وقيل هم النساء والصبيان،
وعن عبد الله بن الزبير
انها نزلت في اسماء بنت ابي بكر
قدمت امها قتيلة عليها
وهي مشركة بهدايا فلم
تقبلها ولم تأذن لها بالدخول
فامرها النبي صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم ان تدخلها
وتقبل منها وتكرمها وتحسن
اليها، وقيل الأية في المشركين
وقال قتادة نسختها اٰية القتال[1]

کہ اُن سے اہلِ عہد مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور
سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے، اور وُہ
بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں
کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو حکم ہُوا کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں
اور اُن کا عہد مدتِ موعود تک پُورا کریں۔ حضرت
عبداللہ بن عباس و مقاتل بن حیان و مقاتل بن
سلیمٰن و محمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے، اور
امام مجاہد نے فرمایا: وُہ مسلمانانِ مکہ مراد ہیں جنھوں نے
ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ اور بعض نے کہا: عورتیں اور
بچے مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اُتری اُن کی ماں
قتیلہ بحالتِ کفر اُن کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں
اُنھوں نے نہ ہدیے قبول کیے نہ انھیں آنے کی اجازت
دی، تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں حکم فرمایا
کہ اُسے آنے دیں اور اُس کے ہدیے قبول کریں
اور اُس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔
اور بعض نے کہا آیت دربارۂ مشرکین ہے۔ قتادہ
نے کہا: وُہ آیۂ جہاد سے منسوخ ہوگئی۔

صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے:

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیرِ آیۃ لا ینھٰکم اللہ الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/۴-۳۰۳

قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش اذ عاھدھم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امک[1]

میری ماں کہ مشرکہ تھی اُس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فتوٰی پُوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

جمل میں قرطبی سے ہے:

ھی مخصوصۃ بالذین اٰمنوا ولم یھاجروا وقیل یعنی بہ النساء والصبیان لانھم من لایقاتل فاذن اللہ فی برھم حکاہ بعض المفسرین وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ واحتجوا بان اسماء بنت ابی بکر سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل تصل امھا حین قدمت علیھا مشرکۃ قال نعم، اخرجہ البخاری ومسلم[2] اھ۔

یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، اور بعض نے کہا اس سے عورتیں اور بچے مراد ہیں اس لئے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں، تو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت دی، اسے بعض مفسرین نے نقل کیا۔ اور اکثر اہلِ تاویل نے کہا آیت محکم ہے، اور اس سے سند لائے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کرے جب وہ ان کے پاس بحالتِ شرک آئی تھیں؟ فرمایا: ہاں۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج حمید وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الاٰیۃ قال ان تستغفروا وتبروھم وتقسطوا الیھم ھم

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد سے تفسیر کریمہ لاینھٰکم الخ میں روایت کیا، فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تمھیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دُعا کرو اور ان سے نیک سلوک وانصاف کا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۴

[2] الفتوحات الالٰہیۃ (الشہیر بالجمل) زیر آیہ لاینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۴/۳۲۸

الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا اھ[1]

برتاؤ برتو اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت نہ کی۔

تفسیر جامع البیان میں بسند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید وسألتہ عن قول اللہ عزوجل لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ فقال ھذا قد نسخ نسخہ القتال[2]

مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابن وہب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمہ لاینھٰکم اللہ کے بارے میں پوچھا، فرمایا یہ منسوخ ہے حکم جہاد نے اسے نسخ فرمادیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخہ وابن المنذر عن قتادۃ لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ نسختھا اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم[3]

ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا کریمہ لاینھٰکم اللہ کو اس آیت نے منسوخ فرمادیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اسی میں ہے:

ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مقاتل فی قولہ تعالٰی وقاتلوا المشرکین کافۃ قال نسخت ھذہ الاٰیۃ کل اٰیۃ فیھا رخصۃ[4]

ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو، اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر کریمہ یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ہے:

قال عطاء نسخت[عہ] ھذہ الاٰیۃ کل

امام عطا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کافروں کے

عہ یہاں سے اس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیہ کریمہ لاینھٰکم کو کہا کہ واغلظ علیھم سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

---

[1] الدرالمنثور (تفسیر) زیر آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[2] جامع البیان لابن جریر الطبری " " " " " " مطبعۃ میمنہ مصر ۲۸/ ۴۱

[3] الدرالمنثور زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[4] " " " وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ " " " " " ۳/ ۲۳۶

شئ من العفو والصفح[1]

ساتھ معافی و درگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب اس آیہ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیر کریمہ لاینھٰکم اللّٰہ ہے:

هذه الاٰية منسوخة بقوله تعالٰى اقتلوا المشركين الاٰية[2]

یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتارو۔

تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الالٰہیہ میں ہے:

كان هذا الحكم وهو جواز موالاة الكفار الذين لم يقاتلوا فى اول الاسلام عند الموادعة وترك الامر بالقتال ثم نسخ بقوله تعالٰى فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم[3]

یہ حکم کہ "جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑیں اُن کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے" ابتدا میں تھا کہ لڑائی موقوف تھی اور جہاد کا حکم نہ تھا، پھر یہ حکم اس آیہ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

هذا قبل الامر بالجهاد[4]

یہ اجازت اس وقت تک تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اُسی کے خطبہ میں ہے:

هذا تكملة تفسير القراٰن الكريم الذى الفه الامام جلال الدين المحلى على نمطه من ذكر مايفهم به كلام الله تعالٰى والاعتماد على ارجح الاقوال[5] (ملخصًا)

یہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ اُسی کے انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔ (ملخصًا)

جمل میں ہے:

---

[1] ارشاد العقل السلیم آیۃ یاایھا النبی جاھد الکفار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۴

[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین دار صادر بیروت ۸/ ۱۸۸

[3] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) آیۃ 〃 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۲۸

[4] تفسیر الجلالین 〃 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی / ۴۵۵

[5] 〃 〃 〃 〃 خطبۂ کتاب نصف اول / ۲

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال[1] — یعنی صرف وہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزام الاقتصار علی الاصح[2]۔ — امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

تنبیہ ضروری: یہ آیۂ کریمہ کہ **یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں جو اس کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں** یہاں علماء وائمہ نے بیان ناسخ کے لئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اس مضمون کی اور آیات نیز وُہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطینِ اسلام وعساکرِ اسلام اصحابِ خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے، قال اللہ تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]۔ — اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔

وقال تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا[4]۔ — اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنے کی جس قدر کی استطاعت اُسے دی ہے۔

وقال تعالٰی:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[5]۔ — اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبٰی وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے:

یجب علی الامام ان یبعث — سلطانِ اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال

---

[1] الفتوحات الالٰہیۃ (الشہیر بالجمل) خطبۂ کتاب مصطفی البابی مصر ۱/۷

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۶۱

[3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

[4] " ۶۵/۷

[5] " ۲/۱۹۵

سویة الی دار الحرب کل سنة مرة او مرتین وعلی الرعیة اعانته الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیه وھذا اذا غلب علی ظنه انه یکافیھم والا فلا یباح قتالھم[1]

ایک یا دو بار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر اس نے ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اُسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔

خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ بحمدہ تعالٰی بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت اگر ہر غیر محارب بالفعل کو عام مانی جائے

واانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیۂ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے، ممتحنہ کا نزول سورۂ برأت سے یقیناً پہلے ہے تصریح ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیات کریمہ بتارہی ہیں کہ اُس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضۂ کفار میں تھا اور سورۂ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اُس کا نزول بعد فتح بلد الحرام و تسلط تام دین اسلام ہے وللہ الحمد، سورۂ برأت میں ارشاد فرمایا:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماْوٰھم جھنم وبئس المصیر[2]

اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمائیے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آئیے اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وُہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

پھر اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین

اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۵۵

[2] القرآن الکریم ۹/۷۳

یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ [1] اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلط ہو جائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہو جائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یونہی یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے، اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اور بعونہ تعالیٰ ایسا ہی بروجہ اتم و کمال زمانہ امام موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہونے والا ہے۔

سب کافروں سے قتال و غلظت کا حکم ہے اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں رب محارب بالفعل کی تخصیص منسوخ ہوگئی

حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ [2] یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔

یہاں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کفار پر درشتی کرو، مومنین کو حکم ہوا کافروں پر سختی کرو، اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید، نہ تخصیص نہ تقلید، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی و درشتی باہم منافی ہیں، پہلے نیک سلوک کی اجازت بھی اب درشتی و سختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہو گئی۔

اجماعِ اُمت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ و جارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا، مبسوط شمس الائمہ سرخسی و کفایہ و عنایہ و تبیین و بحرالرائق و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للبابرتی قولہ تعالیٰ فان قاتلوکم فاقتلوھم منسوخ وبیانہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی الابتداء مأمورا بالصفح والاعراض عن المشرکین بقولہ فاصفح الصفح الجمیل، واعرض عن المشرکین الاٰیۃ ثم امر بالدعاء الی الدین بالموعظۃ والمجادلۃ

یہ ارشاد کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو اُن کو قتل کرو منسوخ ہے، بیان اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر اور روگردانی فرمائیں ارشاد تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو، پھر حضور کو حکم ہوا کہ سمجھانے اور خوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ، پھر

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳

[2] " ۸/ ۳۹

29

بالاحسن بقوله تعالٰی ادع الٰی سبیل ربك بالحكمة الاٰیة، ثم اذن بالقتال اذا كانت البداءة منهم بقوله تعالٰی اذن للذین یقاتلون الاٰیة وبقوله فان قاتلوكم فاقتلوهم ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالٰی فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركین الاٰیة، ثم امر بالبداءة بالقتال مطلقا فی الازمان كلها وفی الاماكن باسرها فقال تعالٰی وقاتلوهم حتی لاتكون فتنة الاٰیة وقاتلوا الذین لایؤمنون باللّٰه ولا بالیوم الاٰخر الاٰیة۔[1]

اجازت فرمائی گئی کہ ان کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو۔ ارشاد تھا کہ جن سے قتال کیا جائے انھیں پروانگی ہے، اور ارشاد تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو، پھر بعض اوقات ابتداءً قتال کا حکم ہُوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو، پھر مطلقاً ابتداءً بالقتال کا حکم ہُوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں، ارشاد ہُوا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے، اور فرمایا ان سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

کنز میں ہے:

الجهاد فرض كفایة ابتداءً۔[2]

جہاد کی پہل کرنا فرض کفایہ ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

مفید لافتراضه وان لم یبدؤنا للعمومات واما قوله تعالٰی فان قاتلوكم فاقتلوهم فمنسوخ۔[3]

یہ عبارت فائدہ دیتی ہے کہ جہاد فرض ہے اگرچہ کافر پہل نہ کریں کہ آیتیں عام ہیں اور وہ جو فرمایا تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو وہ منسوخ ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قتال الكفار واجب وان لم یبدؤا للعمومات۔[4]

کافروں سے لڑنا واجب ہے اگرچہ وہ پہل نہ کریں کہ احکام عام ہیں۔

---

[1] کفایہ وعنایہ مع فتح القدیر کتاب السیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۹۳

[2] کنز الدقائق کتاب السیر والجہاد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۳

[3] بحرالرائق کتاب السیر " " ۵/ ۷۱

[4] الہدایہ " المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۲۳۹

فتح القدیر میں ہے:

صریح قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصحیحین وغیرھما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لاالٰہ الااللہ الحدیث یوجب ان نبدأھم بادنی تامل[1] اھ اقول وکذا قولہ تعالٰی قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ[2] الاٰیۃ ثم فی العنایۃ رأیتہ کما تقدم[3]۔

صحیحین وغیرہما میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا صاف ارشاد مجھے حکم ہوا کہ لوگوں سے قتال فرماؤں یہاں تک کہ وہ لاالٰہ الااللہ کہیں، پوری حدیث، ادنٰی غور سے واجب فرماتا ہے کہ ہم اُن سے قتال کی پہل کریں فتح القدیر کی عبارت تمام ہُوئی، اور میں کہتا ہوں یونہی رب العزت کا ارشاد کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔ پھر میں نے عنایہ میں اسی دلیل کو دیکھا جیسا کہ گزر چکا۔

نیز اسی میں زیر حدیث رأی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرأۃ مقتولۃ فقال ھاہ ماکانت ھذہ تقاتل[3] (نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک عورت دیکھی تو فرمایا ارے یہ تو لڑنے کے قابل نہ تھی) ہے:

الحدیث صحیح علی شرط الشیخین فقد علل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمقاتلۃ فثبت انہ معلول بالحرابۃ فلزم قتل ماکان مظنۃ لہ بخلاف مالیس ایاہ[4]۔

یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ قتل کی علت قتال ہے، تو ثابت ہوا کہ قتل وہی کیا جائیگا جو لڑنے کے قابل شخص ہے تو جسے لڑنے کے قابل سمجھا جائے شریعت میں اس کا قتل لازم ہوا بخلاف اُس کے جو اُس کے لائق ہی نہ ہو۔

عہ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے: لاتخرج بنیتھم من ان تکون صالحۃ للمحاربۃ وان کانوا لایشتغلون بالمحاربۃ کالمشتغلین بالتجارۃ والحراثۃ منھم بخلاف النساء والصبیان[5] کافر اگرچہ بالفعل نہ لڑیں ان کے بدن کی بُناوٹ تو لڑنے کے قابل ہے جیسے اُن کے سوداگر اور کسان بخلاف زنان و اطفال ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] فتح القدیر کتاب السیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۸/۳۹

[3] فتح القدیر باب کیفیۃ القتال مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۰۳

[4] ایضاً

[5] المبسوط للسرخسی باب آخر فی القیمۃ دار المعرفۃ بیروت الجزء العاشر/۱۳۷

مرادِ فی خادمِ فقہ جانتا ہے کہ حربی مقابل ذمی ہے نہ کہ خاص محارب بالفعل، ہدایہ وغیرہ کی عبارات ابھی گزریں تو آیت قطعاً تمام حربیوں کو شامل خواہ بالفعل مصدرِ قتال ہوئے ہوں یا نہیں، البتہ معاہدین کا استثناء ضروریاتِ دین سے ہے جس پر نصوص قاطعہ ناطق، اور وہ اذہانِ مسلمین میں ایسا مرتکز کہ اصلاً محتاجِ ذکر نہیں، یونہی حکم جہاد و قتال کے اعتبار سے اصحابِ قولِ سوم کو بھی یہاں گنجائشِ اجماع و اتفاق ہے کہ معاہدین و ذراری محلِ جہاد ہی نہیں تو کلمۂ جاھدوا قاتلوا سے اُن کی طرف ذہن نہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

وما الظن الا ان حرمة قتل النساء والصبیان اجماع[1]

گمان اس کے سوا کسی کی طرف نہیں جاتا کہ عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہونے پر اجماع ہے۔

غرض معاہد و ذمی و نساء و صبیان کو نص قتال ابتداءً ہی شامل نہ ہوا کہ تخصیص کی حاجت ہو۔ بحرالرائق میں ہے:

نفس النص ابتداء لم یتعلق به لانه مقید بمن بحیث یحارب کقوله تعالٰی وقاتلوا المشرکین کافة الاٰیة فلم تدخل المرأة[2]

سرے سے خود نص اس سے متعلق نہ ہوا کہ وہ خاص ایسے کے بارے میں ہے جو لڑنے کے قابل ہو جیسے ارشادِ الٰہی سب مشرکوں سے لڑو تو یہ عورت کو شامل نہیں ہے۔

باقی تحقیق عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالٰی، بالجملہ آیہ کریمہ میں دو قول ہیں:

ایک قول اکثر اہلِ تاویل کہ سب کفار غیر محاربین بالفعل مراد نہیں بلکہ خاص اہلِ عہد و پیمان یا اطفال و زنان یا غیر مہاجر مسلمان۔ اس تقدیر پر آیہ کریمہ مشرکینِ ہند کو جن سے اتحاد و وداد منایا جا رہا ہے کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ نہ اہلِ ذمہ ہیں نہ عورتیں بچے نہ مسلمان۔

دوسرا قول بعض کہ سب مشرکین غیر محاربین بالفعل مراد تھے۔

لیڈروں کو پہلا جواب

اس طور پر وہ اوّلاً یقیناً منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا ضلالت و گمراہی، کیا کوئی روا رکھے گا کہ شراب پیے اور کافروں کو بیٹیاں دے اور اپنی سگی بہن سے نکاح کرے ؎

کہ بعہد قدیم نابود ست

(کہ یہ بے حیائی تو زمانہ (قدیم) جہالت میں روا نہیں رکھی گئی۔ت)

---

[1] فتح القدیر | باب کیفیۃ القتال | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۵/ ۲۰۲

[2] البحرالرائق | کتاب السیر | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/ ۷۰

لیڈر بننے والوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ ہندوؤں کو شامل کر نا لیا قول ثانی سے، اور اس کا غیر منسوخ[ع۱] ہونا لیا قول اول سے، جمع بین المنا کرکے بیچارے جاہلوں کو دھوکے دیتے ہیں۔

لیڈروں کو دُوسرا جواب

ثانیًا اگر بفرضِ باطل ان کی یہ شترگربگی مان بھی لی جائے تو عام[ع۲] مشرکینِ ہند کو لم یقٰتلوکم فی الدین کا مصداق ماننا ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ لینا ہے، کیا وُہ ہم سے دین پر نہ لڑے، کیا قربانی گاؤ پر اُن کے سخت ظالمانہ فساد پُرانے پڑ گئے، کیا کٹار پور و آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک وہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دِلوں سے محو ہو گئے، بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے جلائے، اور ایسی ہی وُہ باتیں جن کا نام لئے کلیجہ منہ کو آئے۔ الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین ○ الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین ○ الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[۱] سُن لو اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو، ہمدردیِ اسلام کا تانا تننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو، اسلام و مسلمین و مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی، تمہارے چہیتے، تمہارے پیارے

ع۱ بیان سے اُس فتوائے جاہلانہ کا حال کُھل گیا جس میں عبارت مذکورہ جمل قال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ[۲] الخ اور عبارت روح البیان فی فتح الرحمٰن نسختہا فاقتلوا المشرکین والاکثر علٰی انہا غیر منسوخۃ[۳] سے استناد کرکے آیۂ کریمہ کا قول اکثر میں غیر منسوخ ہونا بتا کر اُسے ہندوؤں پر جما دیا اب یہ کون سمجھے کہ قول اکثر پر کسی طرح ہندو اُس میں داخل نہیں اور قول دیگر پر بفرضِ غلط اگر داخل ہو سکتے تو یقینًا منسوخ ہے حشمت علی عفی عنہ۔

ع۲ اس تقریر کو خوب محفوظ رکھنا چاہئے کہ اس سے ان مفتیانِ اجہل کی جہالت و بیباکی بلکہ عیاری و چالاکی خوب روشن ہوتی ہے جنھوں نے کہا کہ "ہندوستان کے عام ہندو اہل اسلام سے مقاتل فی الدین نہیں کرتے اور عامۂ نصارٰی مقاتل فی الدین مرتکب معاون ہیں" طرفہ تر یہ کہ جانب نصارٰی میں معاون کا لفظ بڑھا لیا کہ عامہ نصارٰی پر جا سکیں اور جانب ہنود میں اسے اڑا دیا تا کہ عام ہنود اس میں نہ آسکیں۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[۱] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[۲] الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل آیۃ لاینھٰکم اللہ الخ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۳۲۸

[۳] روح البیان " " " " المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الریاض، الجزء الثامن والعشرون ۴۸۱

تمھارے سردار، تمھارے پیشوا، تمھارے مددگار، تمھارے غمگسار مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو، جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو، اُف اُف اُف، تُف تُف تُف۔

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[1] — بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

اور بے ایمان اور پکّا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کہے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کیے، اس سے سب تو قاتلوکم فی الدین نہیں ہوگئے۔ بدعقلو بدمنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔

تمام مشرکین ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنٰی کی تحقیق

کفارِ زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہُوا واقتلوھم حیث ثقفتموھم[2] انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور حکم ہوا، وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[3] سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔ کیا ان کا ہر ہر فرد میدانِ جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے اُن کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے نہ تمام قوم کی۔ اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو اُن سب اہلِ مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے۔ قال تعالٰی:

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا[4] — اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں بُری لگے اور اگر تمھیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے۔ یہ قربانیِ گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سُن کر آگ نہیں لگتی کون سی ہندو زبان ہے جو گئورکھشا کی مالا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[2] ؍؍ ۲/ ۱۹۱ و ۴/ ۹۱
[3] ؍؍ ۹/ ۳۶
[4] ؍؍ ۳/ ۱۲۰

نہیں چلتی، کون سا شہر ہے جہاں اس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بیگناہوں کے خُون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی اہانتیں اُنھیں ناپاک رکھشاؤں انھیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ سہی ؏

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو، اُسی وقت یہی تمھاری بائیں پسلی کے نکلے یہی تمھارے سگے بھائی، یہی تمھارے منہ بولے بزرگ یہی تمھارے آقا، یہی تمھارے پیشوا تمھاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں، ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وُہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے، اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انھیں لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی، محاربۂ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رُو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کیلئے لڑائی ہوتی ہے اور ازالۂ منکر تین قسم ہے موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ[1]

تم میں جو کوئی کچھ خلافِ شرع بات دیکھے اُس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے رد کرے، پھر اگر نہ ہوسکے تو زبان سے، اور یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے۔

یہ تینوں صُورتیں ازالہ و تغییر کی ہیں اور یہ سب اہل محاربہ سے محاربہ ہی ہیں بالفعل ہتھیار اٹھانا شرط نہیں جس کا ثبوت اُوپر گزرا، اور اگر یہی ٹھہرے کہ اگرچہ لڑائی سرتاج قوم اور تمام افراد کی رضا سے ہو مگر قاتلوکم فی الدین میں صرف وہی داخل ہوں گے جنھوں نے میدان میں ہتھیار اٹھائے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھیے، کیا ہر انگریز ترکوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں گیا تھا، ہرگز نہیں، لاکھوں یا شاید کروڑوں ہوں جنھوں نے اس میدان کی صورت تک نہ دیکھی خصوصًا ہندوستان میں سول کے انگریز، تو یہ سب لم یقاتلوکم فی الدین ہوئے، اور تمھارا یہ ترکِ تعاون کا عام مسئلہ تمھارے ہی مُنہ سخت جھوٹا

---

[1] مسند احمد بن حنبل — روایت ابو سعید الخدری — دار الفکر بیروت — ۱۰/۳
صحیح مسلم — کتاب الایمان — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۵۱/۱

اور شریعت پر افترا ٹھہرا کہ مقاطعہ کرو تو انھیں معدود سے کرو جو میدان میں ترکوں سے لڑے، غرض ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت از خدا و از رسول

(نہ تیرے فروع قائم رہیں نہ اصول تو خدا و رسول سے شرم کھا۔ ت)

قرآن عظیم سے مزعوماتِ لیڈران کا رد **تنبیہ جلیل** : اقول کریمۂ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[1] (اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں۔ ت) کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعاً اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈران عنود پس روانِ ہنود پر رَدِّ شدید ہے، ان کا مزعوم دو فقرے ہیں :

اول یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہیں جنھوں نے وہ مظالم کئے، تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتال کو آیا تاکہ عامۂ ہنود کو قاتلوکم فی الدین سے بچالیں۔

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہارِ عداوت فرض نہیں تاکہ بزورِ زبان اُن سے وداد و اتحاد کی راہ نکالیں۔

اب آیۂ کریمہ میں چار احتمال ہیں :

اول، دونوں کافۃ مسلمانوں سے حال ہوں یعنی تم سب مسلمان مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

دوم، دونوں کافۃ مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

سوم، پہلا کافۃ مشرکین سے حال ہو اور دوسرا مومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔ یہ قول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہے۔

چہارم، اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں، کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا، اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اِشعار کیا۔ مفاتیح الغیب میں ہے :

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان، الاول ... ارشادِ الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں، اول مراد یہ ہے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

ان یکون المراد قاتلوھم باجمعکم مجتمعین علی قتالھم، کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ، یرید تعاونوا وتناصروا علی ذٰلک ولاتخاذلوا ولاتقاطعوا وکونوا عباد اللہ مجتمعین متوافقین فی مقاتلۃ الاعداء، والثانی قال ابن عباس قاتلوھم بکلیتھم ولاتخابلوا بعضھم بترك القتال کما انھم یستحلون قتال جیعکم، والقول الاول اقرب حتی یصح قیاس احد الجانبین علی الاخر۔[1]

کہ تم سب اُن کے قتال پر اتفاق کرکے اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں، فرماتا ہے قتال مشرکین میں سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہوجاؤ، دشمنوں کے قتال پر یک دل و یک رائے ہوکر۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو اور ان میں کسی سے ترک قتال میں محابہ نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا رکھتے ہیں اور پہلا قول زیادہ قریب ہے تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے:

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ۔[2]

یعنی سب مل کر قتال مشرکین پر متفق الرائے ہوکر اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

کافۃ حال من الفاعل او المفعول۔[3]

کافۃ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے۔

اس احتمال چہارم پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے لیڈروں کے پہلے فقرے کا رَد ہیں ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اُٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی، اور آیت میں فرمایا کہ وُہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہُوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین ہیں یونہی قطعاً تمام ہنود کہ منشا مظالم گئو رکھشا ہے اور اُس میں سب شریک، پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خاص ہو تو جہاد مطلقاً فرض عین ہوجائے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابہ کرام سے آج تک کبھی بجا نہ لایا گیا کون سے دن دنیا کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے تو معاذ اللہ صحابہ کرام وجمیع امت کا اجماع ضلالت ومعصیت پر

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ قاتلوا المشرکین الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۶/ ۵۴

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/ ۹۰

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " " " دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۵

ہوا اور یہ اول سے بڑھ کر باطل و کفر بائل دسخت ہے لاجرم قتال معاونت و رضا سب کو عام ہے اب بیشک اس کا حکم شامل جملہ اہلِ اسلام ہے، اسی طرح احتمال اول پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے فقرۂ اولیٰ کے رد ہیں، پہلے کا ابھی بیان ہُوا اور دُوسرا یُوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلہ تجا نبین سے ہے اور وُہ نہیں مگر اسی طور پر کہ فاعل و معاون و راضی سب مقاتل ہوں بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم وسوم بھی جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں، بالجملہ ہر پہلو پر آیہ کریمہ کا ہر جملہ ان کے فقرۂ اولیٰ کا رد ہے اور احتمال دوم وسوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرۂ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو، اور قتل و قتال سے بڑھ کر اور اظہارِ عداوت کیا ہے، تو ثابت ہوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام۔

قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1] بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق و لکم الویل مما تصفون[2]

کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا، بیشک باطل تو دم توڑنے ہی کو تھا بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں کہ وُہ باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے جبھی وہ فنا ہوجاتا ہے اور تمھارے لئے خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔

اصح قول اکثر ہے کہ کریمہ ممتحنہ صرف معاہدین کے بارے میں ہے

تنبیہ دوم: اقول یہاں سے روشن ہوا کہ آیۂ ممتحنہ میں قولِ اکثر ہی راجح واصح ہے کہ لم یقاتلوکم فی الدین وہی ہوسکتے ہیں جو اہلِ عہد و ذمہ ہیں کہ اُن کے عہد نے صراحۃً انھیں مقاتلین سے جُدا کرلیا، والصریح یفوق الدلالۃ تصریح دلالت پر مرجح ہے۔ باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اٹھائے ہُوئے ہوں، قول آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہوتی کہ لفظ عام ہے اور جب ثابت ہوا کہ وُہ اہلِ عہد و ذمہ ہی پر صادق ہے تو حربیوں کی تعمیم ناموجہ ہے، یونہی نساء و صبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوصِ سبب کا، ورنہ صرف صلۂ مادر و پدر یا غایت درجہ صلۂ رحم کی اجازت نکلے، نہ جملہ نساء و صبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وہ حکمِ قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکمِ غلظت سے مستثنیٰ نہیں، اہلِ عہد و ذمہ کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان و اطفال ان کے حکم میں، قال تعالٰی من ذکر او انثی بعضکم من بعض[3] مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۸۱

[2] " ۲۱/۱۸

[3] " ۳/۱۹۵

یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں

صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا: ھم منھم[1] وہ اُنھیں میں سے ہیں۔ ولہٰذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے اُن کی عورتوں بچّوں کسی کو مستثنٰی نہ فرمایا حکم عام دیا۔ جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر و عنایہ و کفایہ و جوہرہ و مستصفٰی پھر نہایہ و غایۃ البیان و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی و تبیین و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیہ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اُوپر گزریں، معراج الدرایہ میں ہے:

صلتہ لایکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ[2]

حربی سے نیک سلوک شرعاً کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

التصدق علیھم مرحمۃ لھم ومواساۃ وھی منافیۃ لمقتضی الأیۃ[3]۔

انھیں خیرات دینا ان پر ایک طرح کی مہربانی اور ان کی غمخواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

امام برہان الدین صاحبِ ذخیرہ نے محیط پھر علامہ جوی زادہ پھر علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا:

لایجوز للمسلم بر الحربی[4]

حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر و دقیقہ رس ہے جب کبھی تنقیح تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تنبیہ سوم: مستامن کے لئے مسئلہ ہبہ و وصیت کی تحقیق

مستامن کے بارے میں عبارات مختلف آئیں کثیر

---

[1] صحیح مسلم باب جواز قتل النساء والصبیان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۴/۲

[2] رد المحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۶۸/۲

[3] العنایۃ شرح الہدایۃ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۰۷/۲

[4] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الوصایا مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار السعادۃ مصر ۴۲۹/۲

روایات مذکورہ میں مطلقاً حربی سے نیک سلوک کی ممانعت ہے جس میں مستامن بھی داخل، اور نہایہ و تبیین و بحرالرائق و ابوالسعود کی عبارات میں اس سے ممانعت کی صاف تصریح گزری لیکن بعض روایات سے اُس کے لئے رخصت ثابت۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاباس بان یصل الرجل المسلم المشرك قریبا کان اوبعیدا محاربا کان او ذمیا و اراد بالحارب المستامن واما اذا کان غیرالمستأمن فلا ینبغی للمسلم ان یصله بشیئ کذا فی المحیط۔[1]

کوئی حرج نہیں کہ مسلمان مشرک سے کوئی مالی سلوک کرے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، حربی ہو یا ذمی۔ حربی سے مستامن مراد لیا اور اگر حربی غیر مستامن ہو تو مسلمان کو سزاوار نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے، ایسا ہی محیط میں ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع میں مستامن کے لئے وصیت کا جواز مبسوط سے نقل کیا پھر فرمایا: امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عدم جواز مروی ہوا اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے موافق تر ہے کہ وہ مستامن کے لئے صدقات حرام فرماتے ہیں، یونہی وصیت بھی۔ پھر فرمایا بعض نے کہا اس کے لئے جواز و عدم جواز صدقات میں ہمارے اصحاب سے دو روایتیں ہیں تو وصیت بھی انھیں دونوں روایتوں پر ہوگی، عبارت یہ ہے شرائط وصیت باعتبار موصی لہ میں فرمایا:

ومنہا ان لایکون حربیا غیر مستامن فان کان لاتصح الوصیۃ لہ من مسلم او ذمی وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انہ یجوز لانہ فی عھدنا فاشبہ الذمی وروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لایجوز وھذہ الروایۃ بقول اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی اشبہ فانہم قالوا لایجوز صرف الکفارۃ والنذر وصدقۃ الفطر و الاضحیۃ الی المستامن ویجوز صرفہا

ایک شرط جواز وصیت کی یہ ہے کہ حربی غیر مستامن نہ ہو ایسا ہو تو اس کے لئے وصیت باطل ہے مسلمان کرے خواہ ذمی، اور اگر حربی مستامن ہو تو امام محمد نے مبسوط میں ذکر فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ وہ بھی ہمارے معاہدہ میں ہے تو ذمی سا ہوا اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حربی مستامن کے لئے بھی وصیت جائز نہیں اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حربی مستامن کو بھی نذر و کفارہ و صدقۂ فطر و قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں اور ذمی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۷

الی الذمی لانا ما نھینا عن بر اھل الذمۃ لقولہ تعالٰی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین، وقیل ان فی التبرع علیہ فی حال الحیاۃ بالصدقۃ و الھبۃ روایتین عن اصحابنا فالوصیۃ لہ علی تلک الروایتین ایضًا[1] (ملخصًا)۔

کو جائز ہے اس لئے کہ ذمیوں کے ساتھ احسان کی ہمیں ممانعت نہ فرمائی گئی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں اُن سے منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور کہا گیا کہ زندگی میں حربی مستامن کو کچھ ہبہ یا خیرات دینے میں ہمارے ائمہ سے دو روایتیں ہیں تو اس کے لئے وصیت بھی انہیں دو روایتوں پر رہے گی۔ (ملخصًا)

اس پر تمام کلام ونقض وابرام رد المحتار پر ہمارے حاشیہ جد الممتار میں مذکور جس سے اطالت کی یہاں حاجت نہیں، سیر کبیر سے حربی کے لئے اِشعارِ جواز نقل کیا گیا مگر اُس میں حربی فی دارہ کے لئے تصریح ہے محیط پھر قاضی زادہ نے اس کی عبارت یہ نقل کی:

لواوصی مسلم لحربی والحربی فی دارالحرب لاتجوز فان خرج الحربی الموصی لہ الی دارالاسلام بامان واراد اخذ وصیتہ لم یکن لہ من ذٰلک شیئ وان اجازت الورثۃ لان الوصیۃ وقعت بصفۃ البطلان فلا تعمل اجازۃ الورثۃ فیھا[2]

اگر مسلمان نے کسی حربی کے لئے وصیت کی اور حربی دارالحرب میں تھا جائز نہیں، پھر اگر جس حربی کے لئے وصیت تھی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اپنی وصیت لینا چاہے اُسے اُس میں سے کچھ نہ ملے گا اگرچہ وارث اجازت بھی دے دیں کہ وصیت سرے سے باطل واقع ہوئی تو وارثوں کی اجازت اُس میں کیا کام دے گی۔

اقول ہاں فی دارہ کی قید اور سیاق کلام سے مستامن کے لئے جواز نکلتا ہے کما لایخفی وبہ اندفع ایراد المحیط ثم نتائج الافکار علیھم (جیسا کہ مخفی نہیں اسی سے محیط پھر نتائج الافکار کا ان پر اعتراض ختم ہوگیا۔ ت) تو یہ اُسی توفیق کی طرف مشیر جو علامہ مولٰی خسرو نے درر میں کی اور تنویر نے اسے متن میں لیا کہ مستامن کے لئے صحیح اور غیر مستامن کے لئے ناجائز، درر میں اسے بحث درر ٹھہرایا حالانکہ منصوص ہے، وہی ہدایہ جس سے گزرا کہ حربی کے لئے وصیت باطل،

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الوصایا فصل واما شرائط الرکن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۴۱

[2] نتائج الافکار قاضی زادہ (شرح ہدایہ) تکملہ فتح القدیر باب فی صفۃ الوصیۃ الخ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵

اُسی میں ہے کہ مستامن کے لئے صحیح باب وصیۃ الذمی میں فرمایا:

اذا دخل الحربی دارنا بامان فاوصی لہ مسلم بوصیۃ جاز لانہ مادام فی دار الاسلام فھو فی المعاملات بمنزلۃ الذمی[1] (ملخصاً)

جب حربی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اُس وقت مسلمان اُس کے لئے کچھ وصیت کرے تو جائز ہے اس لئے کہ وُہ جب تک دارالاسلام میں ہے معاملات میں بمنزلہ ذمی ہے۔

اقول اور یہی مفاد کریمتین محتمہ ہے کہ معاہد کے لئے رخصت اور غیر معاہد سے ممانعت، اور مستامن بھی مثل ذمی معاہد ہے اگرچہ اس کا عہد موقت ہے کما تقدم عن البدائع والھدایۃ (جیسا کہ بدائع اور ہدایہ سے گزرا۔ ت) اور وصیت[عہ1] وصدقہ میں فرق کی کچھ وجہ نہیں کہ دونوں بر وصلہ ہیں خصوصاً کریمۂ لاینھٰکم اللہ کا نزول ہی دربارۂ مستامن ہُوا تو ایسی تخصیص کہ اصل سبب کی نفی کردے کیونکر روا ہو جس طرح شرح سیر کبیر کا اطلاق کہ ہرگونہ حربی کے لئے جواز کا موہم ہے کیونکر مقبول ہوسکتا ہے کہ کریمۂ انما ینھٰکم اللہ کا صاف منافی ہے، اور[عہ2] یہ کہنا کہ اس میں موالات سے ممانعت ہے نہ کہ صلہ سے۔

اقول محض بے معنی ہے موالات ہر کافر سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو اگر صلہ[عہ3] ہر حربی کے لئے بھی جائز ہو تو فریقین میں فرق کیا رہا حالانکہ صریح نزول کریمتین اثبات فرق کیلئے ہے تو قطعاً کریمۂ ثانیہ میں صلہ ہی کو موالات فرمایا اور اُسی سے منع کیا، لاجرم اس کی صحیح تاویل وہی ہے جو ابھی محیط و ہندیہ سے گزری کہ حربی سے مستامن یعنی معاہد مراد ہے، لاجرم اسی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

ذکر الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیاً فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمۃ فلاباس بان یصلہ[2]

امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا: جب حربی دارالحرب میں ہو اور وہ وقت صلح ومعاہدہ التوائے جنگ کا وقت ہو تو اس سے مالی سلوک میں حرج نہیں۔

[عہ1] تعریض بما فی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ

[عہ2] تعریض بما فی بعض التفاسیر ۱۲ منہ غفرلہ

[عہ3] تفاسیر معالم وخازن وکبیر وتفسیر ابن عباس کے نصوص ابھی آتے ہیں۔

---

[1] الہدایۃ باب وصیۃ الذمی مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۸۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۷

اس تحقیق سے بہت عبارات میں توفیق ہوگئی جن میں حربی کے لئے مطلقاً ممانعت ہے جیسے ارشاد جامع صغیر وکتب کثیر اُن میں حربی غیر معاہد مراد ہے۔ لاجرم کافی پھر درر پھر نتائج الافکار نے کلام جامع صغیر یُوں نقل کیا:

الوصیۃ للحربی وھو فی دارھم باطلۃ لانھا بر وصلۃ وقد نھینا عن بر من یقاتلنا لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[1]

حربی کہ دار الحرب میں ہو اس کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ وُہ احسان و نیک سلوک ہے اور حربی کے ساتھ نیک سلوک سے ہمیں منع فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اللہ تمھیں اُن سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔

جامع صغیر شریف کے متعدد نسخے حاضر، اس کی عبارت صرف اس قدر ہے:

الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ[2] حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اور یہی اُس سے ہدایہ متن ہدایہ میں منقول، نہ اس میں تعلیل ہے نہ لفظ ھو فی دارھم ضرور یہ بعض شروح جامع کی عبارت ہے جسے کافی نے حسب عادت علماء جامع کی طرف نسبت فرمایا تو شارح نے اطلاق جامع کو غیر مستامن پر حمل کیا اور جن میں مطلق جواز ہے جیسے عبارت شرح سیر کبیر جس کو محیط نے اُسی عادت کی بنا پر سیر کبیر کی طرف نسبت کیا اُن میں مستامن ومعاہد مقصود جس طرح خود محیط نے تصریح کی کہ: اما دیا لمحارب

عہ فلا علیك مما وقع فی زکوٰۃ ش من عزوہ لمحمد فی السیر الکبیر فقد ابان الصواب فی الوصایا ناقلا عن العلامۃ جوی زادہ ان مرادھم بما یدل علی الجواز ما ذکر فی شرح السیر الکبیر[3] للامام السرخسی۔ منہ غفرلہ

شامی کی کتاب الزکوٰۃ میں سیر کبیر کے حوالہ سے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہے وہ تجھے اشتباہ نہ دے اس لئے کہ شامی کے وصایا میں علامہ جوی زادہ سے درست وصحیح عبارت منقول ہے کہ جواز پر دلالت کرنے سے ان کی وہ دلیل مراد ہے جو امام سرخسی کی شرح سیر کبیر میں مذکور ہے۔ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوصایا مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت مصر ۲/ ۴۲۹
نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر باب صفۃ الوصیۃ ما یجوز من ذالک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵
[2] الجامع الصغیر باب الوصیۃ بثلث المال مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۷۰
[3] ردالمحتار مطبوعہ کوئٹہ ۲/ ۷۳ [4] ایضاً ۵/ ۴۶۳

المستأمن[1] حربی سے مستامن مراد لیا۔ اسی طرح عبارت موطائے امام محمد:

لاباس بالهدية الى المشرك المحارب مالم يهد اليه سلاح اودرع وهو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا۔[2]

حربی مشرک کو ہدیہ دینے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیک عین مجاناً ہے، اور امام محمد جامع صغیر میں صاف فرما چکے کہ ان کے لئے وصیت باطل، تو ہدیہ کیسے جائز ہوسکتا ہے مگر اسی فرق سے کہ معاہد کے لئے جائز اور غیر معاہد کے لئے ناجائز، جس طرح خود امام نے سیر کبیر میں اشعار فرمایا اور کتاب الاصل میں ارشادِ امام نے تو بالکل کشفِ حجاب فرمادیا کہ فرمایا حربی کے لئے باطل، پھر فرمایا: مستامن کے لئے جائز۔ رد المحتار میں ہے،

نص محمد فی الاصل علی عدم جواز الوصية للحربی صريحاً۔[3]

امام محمد نے اصل میں روشن تصریح فرمائی کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں۔

بدائع امام ملک العلماء سے گزرا،

وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه يجوز[4]

امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ کافر اگر مستامن ہو تو اس کے لئے وصیت جائز ہے۔

خانیہ امام فقیہ النفس میں ہے:

اوصی مسلم لحربی مستامن بثلث ماله ذکر فی الاصل انه تجوز وقيل هذا قول محمد وعن ابی حنيفة فی رواية لا تجوز وان لم يكن الحربی مستامنا لا تجوز فی قولهم۔[5]

کسی مسلمان نے حربی مستامن کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی، مبسوط میں فرمایا: یہ جائز ہے۔ بعض نے کہا: یہ قول امام محمد کا ہے، اور امام اعظم سے ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور اگر حربی مستامن نہ ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

---

[1] المحیط البرہانی

[2] مؤطا امام محمد — باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج — آفتاب عالم پریس لاہور — ص ۳۷۱

[3] رد المحتار — کتاب الوصایا — مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ — ۵/۴۶۳

[4] بدائع الصنائع — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۷/۳۴۱

[5] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فیمن تجوز وصیتہ وفیمن لاتجوز وصیتہ الخ — نولکشور لکھنؤ — ۲/۸۳۷

رہا شرح سرخسی میں یہ استدلال کہ قحط مکہ معظمہ میں حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانسو اشرفیاں ابوسفیان وصفوان بن امیہ کو عطا فرمائیں کہ فقرائے مکہ پر تقسیم کریں **اقول** واقعہ عین کے لئے عموم نہیں ہوتا، ممکن کہ وُہ زمانہ صلح و معاہدہ ہو معہذا ابوسفیان وصفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے، ممکن کہ اس مد سے عطا فرمائی ہو، پھر بھی وُہ عبارات باقی رہیں جن میں مستامن کے لئے بھی عدمِ جواز کا صریح ارشاد ہے، یونہی وُہ کہ حربی غیر معاہد کے لئے بھی جواز اُن کا مفاد ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے :

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلا باس بہ[1]

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور سپہ سالار دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجے کچھ مضائقہ نہیں۔

ائمہ لیڈروں پر سخت اشد عبارات

ظاہر ہے کہ فَے وہی مال ہے کہ کافر سے بے لڑے قہراً لیا جائے اور لڑ کر لیں تو غنیمت۔ اور ایامِ معاہدہ کے ہدایا قہراً نہیں۔ شرح سیر کبیر میں ہے :

لو وادع الامام قوما من اھل الحرب سنۃ علی مال دفعوہ الیہ جاز لو خیرا للمسلمین ثم ھذا المال لیس بفیئ ولا غنیمۃ حتی لایخمس ولکنہ کالخراج یوضع فی بیت المال لان الغنیمۃ اسم لمال یصاب بایجاف الخیل والرکاب والفیئ اسم لما یرجع من اموالھم الی ایدینا بطریق القھر وھذا یرجع الینا بطریق المراضاۃ۔[2]

اگر سلطان اسلام نے حربیوں کے کسی گروہ سے سال بھر کے لئے صلح کر لی اور اس پر کچھ مال اُن سے لے لیا تو اگر یہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو جائز ہے پھر یہ مال نہ فَے ہے نہ غنیمت، یہاں تک کہ اُس سے خمس نہ لیا جائے گا، ہاں وُہ خراج کی طرح بے خزانہ مسلمین میں داخل کیا جائے گا، اس لئے کہ غنیمت اُس مال کا نام ہے جو گھوڑے اونٹ دوڑا کر یعنی لڑ کر ملے اور فَے اس مال کا نام ہے جو ہمیں اُن سے بطور غلبہ ہاتھ آئے اور یہ تو ہم کو بطور رضامندی حاصل ہوا۔

خیالات لیڈران کا قلع قمع اس توفیق انیق ہی سے ہو گیا، یہ دونوں قسمیں ان پر اشد ہیں، اُن کے دونوں مزعوم کا سخت تر رَد ہیں، قسم اول نے حربی معاہد کے ساتھ بھی ذرا سا سلوک مالی حرام فرمایا اُن کے فقیر گداگر کو بھیک

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الفصل الثالث مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶
[2] شرح السیر الکبیر

30 دینے تک منع بتایا اور لیڈروں نے غیر معاہد مشرکوں سے وداد و اتحاد منایا بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد کا کلنک لگایا قسم دوم نے خود محارب و نامعاہد حربیوں کو ہدیہ دینا لینا جائز ٹھہرایا، لیڈروں کے مطلقاً ترک تعاون کی فرضیت کا دربا جلایا، خیر انھیں اسی طرح ہر طرف کی ضرب و جرح و رَدّ و طرح میں چھوڑیے، جانبِ توفیق باگ موڑیے۔

سلوک مالی کی اقسام فاقول سلوک مالی تین طرح ہے:
مرحمت، مکرمت، مکیدت۔

اوّل یہ کہ محض اُسے نفع دینا خیر پہنچانا مقصود ہو، یہ مستامن معاہد کے لئے بھی حرام ہے، امان و معاہدہ کفِ ضرر کے لئے ہے نہ کہ اعداء اللہ کو بالقصد ایصال خیر کے واسطے۔

دوم یہ کہ اپنی ذاتی مصلحت مثل مکافات احسان و لحاظ رحم کے لئے کچھ مالی سلوک، یہ معاہد سے جائز نامعاہد سے ممنوع۔

سوم یہ کہ مصلحت اسلام و مسلمین کے لئے محاربانہ چال ہو، یہ حربی محارب کے واسطے بھی جائز کہ حقیقت بر و صلہ سے اسے علاقہ نہیں۔

موالات کی تقسیم اور اُس کے احکام تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے:
اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکون یعنی میلانِ قلب ہے، پھر وداد پھر اتحاد پھر اپنی خواہش سے بے خوف و طمع انقیاد پھر تبتّل، یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

میل طبعی کا حکم قال اللہ تعالیٰ:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زنِ حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیرِ حکم نہیں پھر بھی

ع جب مجرد میلان قلب کو حرام و موجبِ عذابِ نار فرمایا تو وداد و اتحاد و انقیاد و تبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے، لیڈر وداد و اتحاد و انقیاد سب خود قبول کر رہے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے، بقدرِ قدرت اُس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کردینا لازم ہے کہ شیئ مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتدا ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہذا جس غیر اختیاری کے مبادی اُس نے باختیار پیدا کئے اس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اُس سے زوال عقل اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوال عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا، قال تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون۔[1]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر ونیشاپوری وخازن وجمل وغیرہا میں ہے:

انه تعالٰی امر المؤمنین بالتبری عن المشرکین وبالغ فی ایجابه، قالوا کیف تمکن هذه المقاطعة التامة بین الرجل وبین ابیه وامه واخیه، فذکر اللہ تعالٰی ان الانقطاع من الاٰباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر۔[2]

جب اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکید شدید واجب فرمایا تو بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ پُورا انقطاع کیونکر ممکن ہے؟ اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے اُن کے کُفر کے سبب پُورا انقطاع ہی لازم ہے۔

موالات صوریہ کے احکام

دوم صوریہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت ومیلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالت ضرورت ومجبوری صرف بقدرِ ضرورت ومجبوری مطلقاً جائز ہے، قال تعالٰی:

الّا ان تتقوا منھم تقٰة۔[3]

مگر یہ کہ تمہیں ان سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدمِ اظہارِ عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفا کرے اور اظہارِ محبت کی

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ قل ان کان آباء کم الخ کے تحت المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر ۱۶/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو دار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترکِ عزیمت۔ ابناء جریر و منذر و ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

نھی اللہ المومنین ان یلاطفوا الکفار و یتخذوھم ولیجۃ من دون المؤمنین الا ان یکون الکفار علیھم ظاھرین اولیاء فیظھرون لھم اللطف ویخالفونھم فی الدین وذلک قولہ تعالٰی الا ان تتقوا منھم تقٰۃ[1]

اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا اُن میں سے کسی کو رازدار بنائیں مگر یہ کہ کافر ان پر غالب و والیانِ ملک ہوں تو اس وقت اُن سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہ ہے مولٰی تعالٰی کا ارشاد مگر یہ کہ تم کو ان سے واقعی پورا خوف ہو۔

مدارک میں ہے:

ای الا ان یکون للکافر علیک سلطان فتخافہ علٰی نفسک ومالک، فحینئذ یجوز لک اظھار الموالاۃ وابطان المعاداۃ[2]

یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اس سے اپنے جان و مال کا خوف ہو اس وقت تجھے جائز ہے کہ اس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

کبیر میں ہے:

وذلک بان لا یظھر العداوۃ باللسان، بل یجوز ایضا ان یظھر الکلام الموھم للمحبۃ والموالاۃ، ولکن بشرط ان یضمر خلافہ وان یعرض فی کل ما یقول[3]

یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت و دوستی کا وہم دلائے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلو دار بات کہے۔

صوریہ کی اعلٰی قسم مداہنت ہے اس کی رخصت صرف بحالتِ مجبوری و اکراہ ہی ہے اور ادنٰی قسم مدارات یہ مصلحتًا بھی جائز، قال تعالٰی:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) القول فی تاویل قولہ لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۳/ ۱۴۰
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیہ ۳/ ۲۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۵۳
[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) " المطبعۃ البہیۃ مصر ۸/ ۱۴

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ [1]

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو تاکہ کلامِ الٰہی سُنے پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت وخشونت منافی مقصود ہوگی۔

مدارات کا بیان

مدارات صرف اُس ترک غلظت کا نام ہے اظہارِ الفت ورغبت پھر کسی قسم اعلیٰ میں جائے گا اور اسی کا حکم پائے گا، مدارات و مداہنت کے بیچ میں موالات صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں: برّ و اقساط اور معاشرت۔ یہ دُو صورتیں موالات کی ہُوئیں اور دِل کی ملکی مجرد معاملت ہے ذکر میلان پر مبنی نہ اُس سے منبئی، یہ سوائے مرتد ہر کافر سے جائز ہے جب تک کسی محظور شرعی کی طرف منجر نہ ہو، معاشرت کے نیچے افعال کثیرہ ہیں، سلام کلام، مصافحہ، مجالست، مساکنت، مؤاکلت، تقریبوں میں شرکت، عیادت، تعزیت، اعانت، استعانت، مشورت وغیرہا ان سب کے صور وشقوق کی تفصیل اور ہر صورت پر بیان حکم و دلیل ایک مستقل رسالہ چاہے گا، یہاں بر وصلہ سے بحث ہے جس کی ہم نے تین قسمیں بیان کیں، قسم اول کہ بے اپنی کسی غرض صحیح کے بالقصد ایصال نفع وخیر منظور ہو یہ بے رغبت ومیلان قلب متصور نہیں تو موالات حقیقیہ ہے اور مطلقاً قطعاً حرام قطعی، باقی دو قسمیں کہ اپنی غرض ذاتی یا مصلحت دینی مقصود ہو تو موالات صوریہ کی ایک ہلکی قسمیں ہیں اگرچہ مجرد ترک غلظت پر ان میں شئے زائد ہے، ان دو میں فرق یہ ہے کہ قسم دوم بھی اگرچہ حقیقت موالات سے برکراں ہے اور صورۃً بھی کوئی قوی دلیل نہیں مگر معنیً کچھ اُس کی نفی وضد بھی نہیں، اور سوم حقیقۃً معادات وقصد اضرار ہے، لہذا حربی محارب سے بھی جائز ہُوئی کہ اب وُہ ظاہری صورت خدعہ اور چال رہ گئی والحرب خدعة [2] (لڑائی فریب ہے۔ ت) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام وکبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لئے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اُس سے گزریں اُن کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ یہ صورۃً فرار معنیً کرار ہیں۔ قال تعالیٰ:

ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء

جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لئے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ٦

[2] صحیح البخاری باب الحرب خدعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵

بغضب من اللہ وماوٰلہ جھنم و بئس المصیر[1] لینے کو جائے وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے؛

حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے

اور دوم ان سے جائز نہیں کہ حقیقت معادات سے خالی اور صورت موالات حالی یہ صرف معاہدین کے لئے ہے تنزیلا للناس منازلھم ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھنے کے لئے۔ اور غیر معاہد کے لئے یہ بھی موالات ممنوعہ ہی ہے، اور گزرا کہ مولیٰ عزوجل نے اُن سے صوریہ کو بھی مثل حقیقیہ منع فرمایا اور اس کا نام بھی مودۃ ہی رکھا کہ تلقون الیھم بالمودۃ تسرون الیھم بالمودۃ[2] (تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، تم انھیں محبت کا خفیہ پیغام پہنچاتے ہو) یہ ہے تحقیق انیق متکفل توفیق و تطبیق والحمد للہ علی حسن التوفیق۔

آیات ممتحنہ میں بِر و معاملات سے کیا مراد

اس تحقیق سے روشن ہُوا کہ کریمہ لاینھٰکم میں بِر سے صرف اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز، اور آیت فرق کے لئے اُتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ انما ینھٰکم میں تودوھم سے یہی بِر وصلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ و فرق فریقین ظاہر ہو لاجرم تفسیر معالم و تفسیر کبیر میں ہے:

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیۃ[3] پھر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

تنویر المقباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

(انما ینھٰکم اللہ عن الذین) عن صلۃ الذین (ان تودوھم) ان تصلوھم[4] (ملخصًا)۔ اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک سے کہ اُن سے موالات یعنی نیک سلوک کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۶۰/ ۱

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ انما ینھٰکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۴

[4] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس " " " " " مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

معنیٔ اقساط کی تحقیق

تنبیہ چہارم: معنیٔ اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے:

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی و ابوالسعود و جلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیا اولین میں اور واضح کردیا کہ ولا تظلموھم[1]، امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل و منع ظلم کا حکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب۔ قال تعالٰی:

ولا یجرمنکم شناٰن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی[2] کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی و خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

(ان تقسطوا الیھم) تعدلوا بینھم بوفاء العھد (ان اللہ یحب المقسطین) العادلین بوفاء العھد[3] اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہوا اُسے پورا کرو یہ عدل ہے بیشک اللہ تعالٰی اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہئے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت **اقول** وفا واجب ہے اتمام مدت[عہ] واجب نہیں مصلحت ہو تو نبذ جائز۔ قال تعالٰی: فانبذ الیھم علٰی سواء[4] ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کردو۔ اب ایراد بھی نہ رہا اور بر و قسط دو جدا چیزیں ہوگئیں اور ان اللہ یحب المقسطین یہاں بھی بلا تکلف ہے

عہ جن کفار سے ایک مدت تک معاہدہ ہو اور مصلحتِ اسلام اس کا ترک چاہئے فرض ہے کہ ان کو اطلاع کردی جائے ہوشیار ہوجاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں، اور اگر (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی)، تحت وتقسطوا الیھم، دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۴۶
[2] القرآن الکریم ۵/ ۸
[3] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱
[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۸

اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل اگرچہ بسند ضعیف ہے تو یہی اسلم واقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبر ہے، ابن جریر و معالم و خازن میں ہے: تعدلوا فیھم بالاحسان والبر[1] (ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ۔ت) ابن العربی و قرطبی و شربینی و نیشاپوری وجمل نے اس کی یُوں توجیہ کی اقساط قسط بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہوگیا مگر بہرحال اقساط بِر سے جدا چیز نہ ہُوا اور ظاہر عطف مغایرت چاہتا ہے۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ کہ بالبر، اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی ماں عہدِ معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس سے صلہ کا مسئلہ پُوچھتی ہیں اس پر یہ آیہ کریمہ اترتی ہے وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد دیتیں تو کل یا قدر زائد ان کی طرف سے احسان ہوتا یہ بر ہے، اُتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی مساوات ہوتی، یہ اقساط ہے آیہ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی اب یہ آیت زیادت و مساوات دونوں کی اجازت اور اُن میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہوگی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا[2] جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی، واللہ تعالٰی اعلم بمرادہ، یہ ہے بتوفیق اللہ تعالٰی، تفسیر کریمہ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا والحمدللہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وذویہ اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین۔ بالجملہ عطر ارشادات ائمہ ونتیجہ تنقیحات مہمہ یہ ہوا کہ کریمہ ممتحنہ میں اگر قتال سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باطمینان معاہدہ وہ اپنے قلعے خراب کر چکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وہ اپنے قلعے درست کرلیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کرکے اُن کی غفلت میں نبذ کردو اور انھیں درستیِ سامان کی مہلت نہ دو، یہ ہے اسلام کا انصاف، والحمدللہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیرآیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۲۸/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیاتِ کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحاتِ جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط و عنایہ و کفایہ و تبیین و بحر الرائق و رد المحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا، یہ جواب اول تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود، تو ضرور آیت محکم، اور مشرکین ہند کو اُس میں داخل کرنا شدید ظلم وستم یہ جواب دوم ہوا اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور و مسلک ائمۂ حنفیہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ حنیفیت، نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت۔ ذٰلك هو الخسران المبين ٥ ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم، دو جواب تو ہوئے۔

لیڈروں کو تیسرا جواب

ثالثاً وائے غربت اسلام و انصاف، کیا کوئی ان سے اتنا کہنے والا نہیں کہ ہندوؤں کے بالفعل محاربین سے بھی تمھیں عداوت کا اقرار ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور، کیا تمھیں نہیں ہو کہ جب وہ محاربین قاتلین ظالمین کافرین گرفتار ہوئے اُن پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے تمھاری چھاتی دھڑکی، تمھاری ماما پھڑکی، گھبرائے، تلملائے، سٹپٹائے، جیسے اکلوتے کی پھانسی سن کر ماں کو درد آئے، فوراً گرماگرم دھواں دھار ریزولیوشن[1] پاس کیا ہے کہ ہے ہے یہ ہمارے پیارے ہیں، یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا جلایا پھونکا، مسجدیں ڈھائیں، قرآن پھاڑے، یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی، ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں، یہ ہمارے سگے ہیں کوئی سوتیا ڈاہ نہیں، ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی، برتن ایک دوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے، اُن کے درد سے ہمیں غش پر غش آتا ہے، اُن کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ پھٹا، لہٰذا ان کو معافی دی جائے، فوراً ان سے درگزر کی جائے، یہ ہے آیۂ ممتحنہ پر تمھارا عمل، یہ ہے الذین قاتلوکم فی الدین سے تمھاری جنگ و جدل، یہ ہے واحد قہار کو تمھارا پیٹھ دینا، یہ ہے کلام جبار سے تمھارا مچیٹا لینا، اُن تمھارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑے، تم نے اس کے احکام پاؤں تلے مل ڈالے، انھوں نے مسجدیں ڈھائیں، تم نے رب المسجد کے ارشاد دولتیوں سے کچل ڈالے، قرآن چھوڑا ایمان چھوڑا مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منہ موڑا اور ان کے دشمنوں اُن کے اعداء سے رشتہ جوڑا، یہ تمھیں اسلام کا بدلا ملا۔

---

[1] بعض مفتیان بے انصاف اسے دیکھیں جنھوں نے لکھا تھا کہ "اگر کوئی ہندو اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ محارب سے بر و قسط ناجائز"، ج

یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا الخ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

وانشق تهم هواء[۱] اور اُن کے دل اُڑے ہوئے ہیں۔

کریمۂ لا ینھٰکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ[۲] فرمایا کہ انھیں اپنا انصار بناؤ، اُن[۳] کے گھرے یارِ غار ہو جاؤ، اُن[۴] کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ، اُن[۵] کی جے پکارو، اُن[۶] کی حمد کے نعرے مارو، انھیں[۷] مساجدِ مسلمین میں باادب و تعظیم پہنچا کر مسندِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جا کر مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادیِ مسلمان بناؤ[۸] اُن[۹] کا مردار جیفہ اٹھاؤ، کندھے[۱۰] پر ٹکٹکی زبان پر جے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ، مساجد[۱۱] کو اُن کا ماتم گاہ بناؤ اُن[۱۲] کے لئے دعائے مغفرت و نمازِ[۱۳] جنازہ کے اعلان کراؤ اُن[۱۴] کی موت پر بازار بند کرو سوگ مناؤ، اُن[۱۵] سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ، اُن[۱۶] کی خوشی کو شعارِ اسلام بند کراؤ، گائے[۱۷] کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ، کھانے[۱۸] والوں کو کمینہ بتاؤ، اُسے[۱۹] مثل سور کے گناؤ، خدا[۲۰] کی قسم کی جگہ رام دُہائی گاؤ، واحد[۲۱] قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ، اسے[۲۲] معاذ اللہ رام[۲۳] یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کئے ہوا ٹھہراؤ،

عہ یہاں سے صریح گمراہی ظاہر ہوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے کہا کہ "اس میں کیا حرج ہے رام خدا ہی کو تو کہتے ہیں" اور جب تنبیہ کی گئی کہ رام لچھمن و سیتا رام میں کون سے لکھا کہ "بظاہر رام ہنود کے یہاں خدا کو کہتے ہیں اور خدا کی دُہائی دینا جائز ہے"۔ اتحاد منانے کا اثر ہے کہ وہ جو شدید گالی رب العزت کو دیتے ہیں مقبول و شیر مادر ہے خدا کو تو رام بنا لیا کیا اپنے آپ کو بھی مولوی کی جگہ پنڈت اور عبد مضاف با حد اسماءِ الٰہیہ کے بدلے رام داس اور اپنی مسجد کو شوالہ اور اپنے مدرسہ کو پاٹ شالا کہنا روا رکھیں گے، کیا ان لفظوں کی جگہ کہ مولوی عبد.... صاحب نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں وعظ فرمایا یوں کہنے کی اجازت دیں گے کہ پنڈت رام داس جی نے اپنے پاٹ شالا کے شوالے میں کتھا بکھانی یا کم از کم اتنا کہ اپنے لئے مولوی صاحب السلام علیکم کے بدلے پنڈت جی نمسکار کہنا روا رکھیں گے، اور یہی نہیں اپنے جنازوں کے ساتھ کلمہ طیبہ کی جگہ رام رام ست پکاریں گے کہ آخر ہنود کے نزدیک رام خدا ہی تو ہے اور خدا ضرور حق ہے، نہ اجازت دیں گے تو کیوں اللہ کو رام کہنا جائز، اور تمھارے لئے ویسے ہی ترجیح کرنا حرام معلوم ہوا، اللہ عز وجل کی عظمت سے اپنی عظمت دل میں زائد اور بہت زائد ہے، یہ ترجمہ کا سلسلہ تو بہت اونچا چلتا ہے مگر بے ادبوں کی اسی قدر سزا ہے ۱۲

حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

ــہ القرآن الکریم ۱۴/۴۳

اف لکم بئس للظّٰلمین بدلا[1] ۝ اف ہے تم پر ظالموں نے کیا ہی برا عوض پایا۔

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمھیں آیۂ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے تمھارا پڑھنا یقیناً مصداق رب تالی القرآن و القرآن یلعنہ[2] (بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت فرمارہا ہے) ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں:

ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون[3] تم میں جو ان سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں۔

جو ان سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکم قرآن ظالمین ہوئے یا نہیں، اور یہی قرآن فرماتا ہے:

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[4] ۝ سن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔

تو بحکم قرآن ایسے لوگ لعین ہوئے یا نہیں اب دو فتوے اب کرو آیۂ ممتحنہ کا دعوٰی۔

واللّٰہ لایھدی القوم الظّٰلمین[5] ۝ ومن الناس من یقول اٰمنّا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ۝ یخدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ۝ فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون[6] ۝

اور اللہ تعالٰی ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا، کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور انھیں ایمان نہیں، اللہ اور مسلمانوں سے فریب کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ اپنی ہی جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں اور انھیں خبر نہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ان کے جھوٹ کا بدلا۔

لیڈروں کو چوتھا جواب

رابعًا ان صاحبوں سے یہ بھی پوچھ دیکھیے کہ سب جانے دو کریمہ لاینھٰکم ہر مشرک غیر محارب کو عام ہو کر محکم ہی سہی اور مشرکین ہند میں کوئی بھی محارب بالفعل نہ سہی اب دیکھو تمھارے ہاتھ میں قرآن سے کیا ہے خالی ہوا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/۵۰

[2] المدخل لابن الحاج الکلام علی جمع القرآن دارالکتاب العربی بیروت ۱/۸۵ و ۲/۳۰۴

[3] القرآن الکریم ۹/۲۳

[4] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[5] " ۹/۱۰۹

[6] " ۲/۸ تا ۱۰

قرآن مجید[23] کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں کی[24] پوجا کراؤ۔ ان کے[25] سرغنہ کو کہو خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، یوں معنی نبوت جماؤ۔ اللہ عزوجل نے سید الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یہی فرمایا انما انت مذکر[1] تم تو نہیں مگر مذکر۔ اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا، ہاں لفظ بچایا اُسے[26] یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور[27] امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا بلکہ[28] اُس کی حد میں یہاں تک اُونچے اُڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست" صاف[29] کہہ دیا کہ "آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو خوش کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا" صاف[30] کہہ دیا کہ "ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا" صاف[31] کہہ دیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا" صاف کہہ دیا کہ "ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کردی" کیا کریمۂ لاینھٰکم میں ان ملعونات وکفریات کی اجازت دی تھی۔

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2] ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، اولٰئک یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء

تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب میں بھون دے اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے

---

[1] یہاں سے صاف ظاہر ہُوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے لکھا "مذکر یاد دلانے کے معنی میں بولا جاتا ہے پس اگر کسی کو مذکر یعنی کوئی بات دلانے والا کہا جائے تو جائز ہے۔" مسلمانو! للہ انصاف کہاں تو کوئی بات یاد دلانے والا اور کہاں یہ کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مذکر بنا کر بھیجا ہے یہ گلفشانی جدید لیڈر بننے والے جناب عبدالماجد بدایونی کی ہے جو جلسہ جمعیت علمائے ہند دہلی میں ہُوئی اور اخبار فتح دہلی ۲۴ نومبر میں چھپی انھیں کی حمایت میں مفتی مذکور کا وہ فتوٰی ہے مگر معلوم نہیں ان مفتی صاحب فقیہ کی کتاب علم یا ان کے طور پر پنڈت رام داس جی شاستری کی ودیا پشتک میں مولوی عبدالماجد کو پانڈے کھتری داس کہنے کا بھی جواز ہے یا اُن کے کھیلنے کے لئے صرف بارگاہِ قہار بے نیاز ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۲۱

[2] " ۲۰/ ۶۱

الذین کذبوا علٰی ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین ○ الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجاء وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون[1]

یہ ہیں وہ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

دیکھی تم نے آئینۂ ممتحنہ میں اپنی صُورت :

وذٰلک جزؤا الظٰلمین[2] کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون[3]

یہ سزا ہے ظالموں کی، عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کیا اچھا ہوتا اگر وُہ جانتے۔

لیڈروں سے ضروری سوال

سوال ضروری لیڈرانِ پارٹی کو اب تو کھُلا کہ انھوں نے یقیناً دشمنانِ خدا و رسول سے وداد و اتحاد منایا اور اُن کا کوئی عذرِ بارد انھیں کام نہ آیا اب قرآن کریم سے اپنا حکم بنائیں، اوپر آیۂ کریمہ تلاوت ہوئی :

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[4]

تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول سے وداد کریں۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے :

تری کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون[5]

تم اُن میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود انھوں نے اپنے لئے تیار کی یہ کہ اُن پر اللہ کا غضب اترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اور اگر انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر ہے کہ ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸ و ۱۹
[2] القرآن الکریم ۵/ ۲۹
[3] ؍؍ ۶۸/ ۳۳
[4] ؍؍ ۵۸/ ۲۲
[5] ؍؍ ۵/ ۸۰ و ۸۱

ترکِ موالات میں لیڈروں کی افراط و تفریط

فرمایئے! اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہرگز مسلمان نہیں انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں، یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں ہم تو قوم کے لیڈران و ریفارمران ہیں۔ مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا و من اصدق من اللہ حدیثا، غرض ترکِ موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدارِ ایمان۔

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔ پاکی ہے اُسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اوّل میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیلِ حرام بلکہ افتراضِ حرام، اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام۔

انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے بہتانی الزام کا رد

للہ انصاف! کیا یہاں اہلِ حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا اُن اہلِ باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ و احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا، مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہئے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتوی اہلسنت نے دیے کلامِ الٰہی و احکام الٰہی بیان کئے یہ تو ان کے وہم میں انگریزوں کو خوش کرنے کے ہوئے وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی آچکی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رو نے بیٹھے ہیں، کیا اُس کا رد علمائے اہلِ سنّت نے نہ کیا، وہ کس کو خوش کرنے کو تھا، کیا بکثرت رسائل و مسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے، حتی کہ اس کے بچے ندوے کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جابجا اُس نیم نصرانیت کا بھی ردِ بلیغ ہے، یہ کس کے خوش کرنے کو تھا، کیا صمصام حسن میں نہ تھا سے

نیچریاں راست خدا در کمند ‏ ‏ ‏ نیچر و قانون ورا پائے بند
سر نتواند کہ ز نیچر کشد ‏ ‏ ‏ خط بجد ائیش سنیچر کشد
کیست سنیچر سیٔ ایس آئی ست ‏ ‏ ‏ گول بجول آمدہ نیچر پرست
چوں شدہ استارہ ہند آں غل ‏ ‏ ‏ نحس و بلند آمدہ ہمچوں زحل
عرش و فلک جن و ملک حشر تن ‏ ‏ ‏ نار و جناں جملہ غلط کرد و ظن
کیست نبی پُر دل پُر جوش گو ‏ ‏ ‏ وحی چہ باشد سخن جوش او
بر زدہ برہم ہمہ از اصل و فرع ‏ ‏ ‏ دین نو آورد و نو آورد شرع
ریش حرام ست و دُم فرق فرض ‏ ‏ ‏ حج سوئے انگلنڈ بود قطعِ ارض
گفت بیا قوم شنو قوم من ‏ ‏ ‏ رہیں سوئے اعزاز بدو قوم من

ذلت تان دین مسلمانی ست   وائے برانکس کہ نہ نصرانی ست[1]

(ترجمہ : خدا نیچریوں کی قید میں ہے، نیچر (طبیعت) اور قانون اس کو پابند کرنیوالے ہیں۔ وہ نیچر سے سر نہیں پھیر سکتا، سنیچر اس کی خدائی پر لکیر کھینچ دیتا ہے۔ سنیچر کون؟ سی، ایس، آئی ہے، ایک بیوقوف نیچر پرست (سرسید) کول میں آیا ہے۔ جب سے وہ کھوٹا شخص ستارۂ ہند ہُوا (اسے تمغہ ملا ہے) زحل کی طرح منحوس اور بلند ہو گیا ہے۔ اس نے عرش، آسمان، فرشتے، حشرِ جسمانی، جنت و دوزخ سب کو غلط اور ظنی قرار دیا ہے۔ (اس کے نزدیک) نبی کون ہے؟ بہادر اور شعلہ بیان خطیب ہے۔ تمام اصول اور فروع کو اس نے درہم برہم کر دیا ہے، دین نیا لایا ہے اور شریعت نئی لایا ہے۔ داڑھی حرام ہے اور (ٹیڑھی) مانگ کی دم فرض ہے، حج انگلینڈ کی طرف سفر کا نام ہے۔ اس نے کہا اے میری قوم! آ اور سُن، اے میری قوم! عزت کی طرف دوڑ۔ دینِ اسلام تمہاری ذلت ہے، افسوس اس شخص پر جو نصرانی (عیسائی) نہیں ہے)

یہ کس کی خوشی کو تھا، کیا مشرقستانِ اقدس میں نہ تھا ؎

ندویاں کیں جلوہ در اسٹیج و لکچر می کنند — چوں بہ سنت می رسند آں کارِ دیگر می کنند
گہ روافض را بر سر تاج لطف اللہ نہند — گہ پادر را بہ تخت عالماں بر می کنند
بخت ورخت تخت دیں ہیں جلوہ باصد شرمِ آں — پاڈری وسکاٹ با مسٹر براڈر می کنند
مفت مفتی یافت ایں عزت کہ اورا ہمنشیں — با اماماں و جج و جنٹ و کلکٹر می کنند
ساز و ناز عالماں ہیں نظم بزم دیں بدیں — میز و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گھر می کنند
زیں سگالشہا چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں — داور دادار را برٹش گورنر می کنند[1]

(ترجمہ : ندوہ والے جو تقریر اور لیکچر میں جلوہ دکھاتے ہیں جب سنت تک پہنچتے ہیں تو دوسرا کام کرتے ہیں (یعنی سنت کی مخالفت)۔ کبھی رافضیوں کے سر پر اللہ تعالیٰ کے لُطف و کرم کا تاج رکھتے ہیں کبھی پادریوں کو علماء کے سٹیج پر بٹھاتے ہیں۔ دین کے اسٹیج کی قسمت اور ساز و سامان دیکھئے کہ سو داڑھی مُنڈوں کے ساتھ پادری وسکاٹ اور مسٹر کو (اپنا) بھائی بناتے ہیں۔ مفتی کو مفت میں یہ عزت مل گئی کہ اسے اماموں، ججوں، جنٹوں اور کلیکٹروں کا ہم نشین بنا دیتے ہیں۔ علماء کے ناز و انداز دیکھئے، مجلسِ دینی کا نظام دیکھئے، میز، اسٹیج، ٹکٹ ہال اور کلب گھر بناتے ہیں۔ ان خوشامدوں پر کیا رونا؟ کہ یہ سرکش لوگ برٹش گورنر کو حاکم اور منصف مقرر کرتے ہیں)

یہ کس کی خوشی کو تھا، مولوی عبدالباری صاحب خدامِ کعبہ کی بانگی کے لئے مسجد کانپور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لئے جنب و حائض و کافر و مشرک کی پامال کرا آئے اور بکمال جرأت اسے مسئلۂ شرعیہ ٹھہرایا اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا جس میں اُن سے کہا گیا ؎

دانم نہ رسی بکعبہ اے پشت براہ — کیں رہ کہ تو میروی بانگلستانست

(کعبہ کی طرف پشت کر کے چلنے والے! میں جانتا ہوں تو کعبہ نہیں پہنچ سکے گا کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا راستہ ہے)

نیزان کے شبہات واہیہ کے قلع قمع کو قامع الواہیات شائع ہوا کس کی خوشی کو تھا، بات یہ ہے ؎

المرء یقیس علی نفسہ

؎ آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید و غلامی خوشنودی نصاریٰ کو کی اب کہ اُن سے بگڑی اُس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہارِ مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اُس کے بندوں کو اُس کے احکام پہنچانا و للہ الحمد سُنیئے ہم کہیں واحد قہار اور اُس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہیِ مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اُس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگاہیِ مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اُس کا مقصد و مدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اُس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنھوں نے خوشنودیِ مشرکین کے لئے تباہیِ اسلام کے مسائل دل سے نکالے اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف و تغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعارِ اسلام بند کئے شعارِ کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام و ہادی بنایا، اُن سے وداد و اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین - اُن کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی اگرچہ ان میں بہت کی دُعا نہ ہو الا فی ضلٰل۔

مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا رَدِّ بلیغ

(۸) لیڈر کہ احکامِ اسلام کو یکسر بدلنے اور بیچارے عوام کو جھوٹے من گھڑت احکام سُنا کر چھلنے پر تُلے ہیں محض فریب دہی کے لئے اس طرف چلے ہیں کہ ہندوؤں سے اور ہم سے اب جبکہ عہدِ موافقت ہوگیا تو ہم کو اس کا پُورا کرنا لازمی ہے یہ شریعت پر محض افترا ہے،

اول کون سی شریعت میں ہے کہ مشرکوں سے عہدِ موافقت، کافروں سے معاہدہ شرعیہ ایک مدت تک بمصلحت شرعی التوائے قتال کا عہد ہے نہ کہ موافقت کا جو بنصوص قطعیہ حرام ہے۔

لیڈران پر دُوسرا رَد

دوم صرف موافقت ہی نہیں بلکہ لیڈران فرماتے ہیں اگر شرعی مصلحت[عہ] ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں۔

عہ عبارت گزشتہ اور یہ سب عبارات کہ اس بحث میں آتی ہیں جن پر خط ہے خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب جلسۂ انجمن علمائے صوبۂ متحدہ ۱۲ رجب ۳۸ھ بمقام کانپور کی ہیں ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

مشرکوں سے اتحاد

اللہ اکبر مشرک اور اتحاد جب تک یہ مشرک یا وہ مسلم نہ ہو جائیں دو ضدوں کا اتحاد کیونکر ممکن، ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوئے نہ یہ اُن کو مسلمان مان کر اُن سے متحد ہوئے تو ضرور صورت عکس ہے کہ انھیں نے شرک قبول کیا، لیڈر صاحبو! ممنوع ہے یا نہیں تمھاری خانگی پنچایتی بات نہیں ان الحکم الا للہ[1] حکم نہیں مگر اللہ کے لئے۔ خود لیڈران فرماتے ہیں خدا کے سوا کسی کو حاکم بنانا روا نہیں لاحکم الا للہ، اور اس میں یہاں تک بڑھے کہ اگر رسول کی اطاعت لازم ہے تو اس صورت میں جبکہ مخالفت احکامِ الٰہیہ نہ ہو ورنہ انما الطاعۃ فی المعروف مشہور ہے۔

لیڈران کے نزدیک رسول اللہ بھی خلاف خدا حکم فرما سکتے ہیں

اللہ اکبر واحد قہار تو یہ فرمائے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[2] جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور لیڈران فرمائیں رسول کی اطاعت اُسی وقت تک ہے جب تک وہ احکامِ الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔ جب رسول خلافِ خدا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں۔ خیر، جب آپ کے یہاں رسول کا یہ مرتبہ ہے تو کیا قوم پر آپ کی اطاعت ہر طرح لازم ہے اگرچہ خلافِ خدا و قرآن حکم دیجئے ابھی تو آپ نے کہا کہ حکم نہیں مگر خدا کے لئے، اب اگر خدائی دعویٰ تمھیں نہیں تو دکھاؤ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ مشرکوں سے اتحاد پیدا کرنا بمصلحت ممنوع نہیں۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[3] لاؤ اپنی بُرہان اگر تم سچے ہو۔

قرآن عظیم کے صفحات مشرکین سے اتحاد و وداد حرام کرنے سے گونج رہے ہیں، لیڈرو! ءانتم اعلم ام اللہ[4] مصلحتِ شرعی تم زیادہ جانو یا اللہ، جو فرماتا ہے:

لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم[5] کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰ و ۱۲/ ۶۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[3] " ۲/ ۱۱۱

[4] " ۲/ ۱۴۰

[5] " ۳/ ۱۱۸

31 اللہ اکبر ایسا کھلا اقرار اور واحد قہار پر ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تقولوا لما تصف السنتکم ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1]

اپنی زبانوں کی جھوٹی بناوٹ سے نہ کہو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے تھوڑے دنوں دنیا میں برت لیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے ۔

لیڈران پر تیسرا رد

لیڈران فرماتے ہیں ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے ۔

لیڈران کے نزدیک دشمنانِ خدا سے اتحاد میں خدا کی محبّت ہے

اللہ اکبر اللہ کے دشمنوں سے اتحاد اور اُس میں محبّتِ خدا کا ادعا واقعی ان کے نزدیک اللہ کی محبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے مل کر ایک ہو جائیں ۔ امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ فرماتے ہیں :

الاعداء ثلثۃ عدوک وعدو صدیقک وصدیق عدوک[2]

دشمن تین ہیں ، ایک خود تیرا دشمن ، دوسرا تیرے دوست کا دشمن ، تیسرا تیرے دشمن کا دوست ۔

اللہ عزّوجل فرماتا ہے : فان اللہ عدو للکفرین[3] بیشک اللہ کافروں کا دشمن ہے ۔ تم کہ اُس کے دشمنوں سے متحد ہوئے کیونکر اللہ کے دشمن نہ ہوئے ؎

تود عدوی ثم تزعم اننی
صدیقک لیس النوک عنک بعازب

(تو میرے دشمن سے محبت رکھتا ہے پھر یہ جھک مارتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں ، حماقت تجھ سے دُور نہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ ، ۱۱۷
[2] نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید الجزء التاسع عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۴
[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۸

31
31

لیڈران پر چوتھا رد

چہارم کافروں مشرکوں سے معاہدہ شرعیہ صرف اُس وقت روا ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں کو اس کی احتیاج و ضرورت ہو۔ امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الموادعۃ رکنہا فہو لفظ الموادعۃ او المسالمۃ او المصالحۃ او المعاہدۃ او ما یؤدی معنی ھذہ العبارات وشرطہا الضرورۃ فلا تجوز عند عدم الضرورۃ (ملخصاً)[1]

معاہدہ صلح کا رکن یہ الفاظ ہیں موادعت، مسالمت، مصالحت، معاہدہ، اور جو لفظ ان معنی کو ادا کرے، اور معاہدہ کی شرط ضرورت ہے بے ضرورت حرام ہے۔

لیکن لیڈران اپنا بھاری جرم خود قبول کرتے ہیں کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برادرانِ ہند کی جانب مائل نہیں کیا تمھارا معاہدہ اگر بلفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی بے ضرورت ان کی طرف مائل ہونا حرام تھا بہرحال اُس نے تمھیں واحد قہار کا نافرمان اور صریح بدخواہ مسلمانان و دین مسلمانان کردیا۔

لیڈران پر پانچواں رد

پنجم کفار سے معاہدہ شرعیہ ایک قسم امان ہے اور شرطِ امان یہ ہے کہ کفار کو امان دہندہ سے خوفِ قتل و قتال ہو اور یہ اُن پر ظاہر ہو اگرچہ اپنی جماعت کے لحاظ سے اگرچہ نسبۃً پلہ انھیں کا بھاری ہو جنگ دوسرا دار و حرب میں حرب کو بھی خوف ہوتا ہے جس سے انھیں اپنے قتل کا خوف نہ ہو اس کا امان دینا باطل اور معاہدہ کرنا مردود۔ بدائع ملک العلماء میں ہے:

اما حکم الموادعۃ فما ھو حکم الامان المعروف لانہا عقد امان ایضاً[2]

معاہدہ کا حکم وہی ہے جو امان کا مشہور حکم ہے اس لئے کہ معاہدہ بھی ایک عقدِ امان ہے۔

ہدایہ میں ہے:

انہ من اھل القتال فیخافونہ اذھو من اھل المنعۃ فیتحقق الامان منہ لملاقاتہ محلہ[3]

اس لئے کہ وہ امان دہندہ اہل قتال سے ہے تو کافر اس سے ڈریں گے اس لئے کہ وہ حمایتی گروہ رکھتا ہے تو اُس کا امان دینا ٹھیک ہوگا کہ اپنے محل پر واقع ہوا۔

---

[1] بدائع الصنائع کتاب السیر مطلب واما حکم الموادعۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۸

[2] " " " " " ۷/ ۱۰۹

[3] الہدایۃ باب الموادعۃ ومن یجوز امانہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۴۴

اُسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر ولا تاجر یدخل علیهم لانهما لایخافونهما والامان یختص بمحل الخوف[1] (ملخصًا)

قیدی یا تاجر کہ دار الحرب میں تجارت کو گیا ہو اُن کی امان صحیح نہیں اس لئے کہ کافر ان سے نہ ڈریں گے اور امان وہیں ہو سکتی ہے جہاں خوف ہو۔ (ملخصًا)

اُسی میں ہے:

ومن اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر الینا لایصح امانه لما بینا[2]

جو دار الحرب میں مسلمان ہُوا اور دار الاسلام میں ہجرت کرکے نہ آئے اُس کا امان دینا بھی صحیح نہیں اُسی دلیل سے کہ ہم بیان کر چکے۔

فتح القدیر میں ہے:

لما بینا من ان الامان یختص بمحل الخوف ولاخوف منه حال کونه مقیما فی دارهم لامنعة له ولاقوة دفاع[3]

ہماری بیان کی ہوئی دلیل یہ ہے کہ امان دینا اس کا صحیح ہے جس سے خوف ہو اور اس سے خوف نہیں کہ یہ انھیں کے ملک میں رہتا ہے، اس کے پاس نہ اپنی حمایت کرنے والا کوئی گروہ ہے نہ مدافعتِ کفار کی قوت۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

شرط جواز الامان هو الایمان وعلته هوالخوف لان الخوف انما یحصل ممن له قوة وامتناع[4]

امان جائز ہونے کی شرط ایمان ہے اور اُس کی علت خوف اس لئے کہ خوف اُسی سے ہوتا ہے جو زور رکھتا ہو اور اپنے آپ کو بچا سکتا ہو۔

کلام امام نسفی میں ہے:

صح امانه لانه من اهل القتال

اس کی امان صحیح ہے اس لئے کہ وہ قتال کے

---

[1] الهدایة باب الموادعة ومن یجوز امانه المکتبة العربیة کراچی ۲/۵۴۵
[2] " " " " " "
[3] فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۱۳
[4] عنایة مع الفتح القدیر " " " " " "

ومنعة الاسلام فیخافونه فینفذ منه الامان الذی هو ازالة الخوف[1]

لائق ہے اور اپنی حمایت کے لئے اسلامی گروہ رکھتا ہے تو کافر اس سے ڈریں گے تو امان کہ خوف زائل کرنے کا نام ہے اُس سے نفاذ پائے گی۔

اسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر وتاجر دخل علیهم ومسلم اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر لان الامان یکون علی خوف ولاخوف لهم منه[2]

قیدی یا تاجر کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا حربی کہ وہاں اسلام لایا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ان کا امان دینا صحیح نہیں کہ امان ڈر میں ہوتی ہے اور کافران سے نہ ڈریں گے۔

تبیین امام زیلعی میں ہے:

لودخل مسلم فی عسکر اهل الحرب فی دار الاسلام وامّنهم لایصح امانه الا اذا امّنهم من یقاومهم بخلاف ما اذا امن عشرین اونحوهم فی دار الاسلام حیث یجوز امانه لان الواحد وان کان مقهورا باعتبار نفسه حیث لایقاومهم لکنه قاهر ممتنع بقوة المسلمین فکان قاهرا لهم حکمًا[3] (ملخصًا)

حربیوں کا لشکر دار الاسلام میں آیا ہُوا ہے اور کوئی مسلمان ان کے لشکر میں جاکر امان دے آئے، یہ امان صحیح نہیں ہاں جب اتنے مسلمان انھیں امان دیں جو اس لشکر کی مقاومت کر سکتے ہوں بخلاف اس کے مثلًا بیس پچیس حربی دار الاسلام میں آئے اور ایک مسلمان نے اُن میں جاکر انھیں امان دے دی یہ امان صحیح ہوگئی کہ ایک اگرچہ بیس سے مغلوب ہے ان کی مقاومت نہیں کر سکتا مگر وہ مسلمانوں کے زور سے ان پر غالب ہے تو حکمًا غلبہ اسی کو ہوگا۔ (ملخصًا)

اسی میں ہے:

الامان ازالة الخوف ومن لم

امان خوف زائل کرنے کا نام ہے اور وہ جو قتال

---

[1] کافی شرح وافی للنسفی

[2] " " "

[3] تبیین الحقائق کتاب السیر المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۳/۲۴۷

یباشر القتال لایخافونہ فکیف یصح امانہ[1] | نہ کرے کافر اس سے نہ ڈریں گے تو اس کی امان کیسے صحیح ہو۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہنود پر قاہر تھے کیا تم اُن کے قتل پر قادر تھے کیا ان کو تم سے خوفِ قتل تھا جسے تمھاری امان نے زائل کیا، اور جب یہ کچھ نہ تھا اور بیشک نہ تھا تو تمھارا معاہدہ اگر بالفرض باطل، معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی قطعاً باطل و مردود تھا اور مردود کو پورا کرنا لازمی بتانا اس سے بڑھ کر مردود۔

لیڈران پر چھٹا رد ششم کفار سے معاہدہ شرعیہ میں شرطِ اعظم یہ ہے کہ جتنی مدت تک ہو اُس میں تہیۂ قتال رکھیں اور اس کی آمادگی و درستیِ سامان سے غفلت نہ کریں کہ التوائے معاہدہ سے اصل مقصود یہی ہے ورنہ تارکِ فرضِ اہم ہوں گے اور مستحقِ نارِ جہنم، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المعاهدة شرطها الضرورة وهی ضرورة استعداد القتال لان الموادعة ترك القتال المفروض فلا یجوز الا فی حال یقع وسیلة الی القتال[2] | معاہدہ جائز ہونے کی شرط ضرورت ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اس مدت میں سامانِ قتال درست کریں اس لئے کہ جہاد فرض ہے اور معاہدہ اس فرض کا ترک ہے تو اُسی حال میں حلال ہو سکتا ہے کہ یہ جہاد کے لئے وسیلہ پڑے۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہندوؤں سے آمادگی قتال میں ہو اور اسی لئے ایک مدت تک اُن سے معاہدہ کیا ہے کہ اس فرصت میں اُن کے قتل کا سامان مہیا کر لو کیوں مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو بلکہ عالم الغیب و القلب کے ساتھ فریب کی راہ لیتے ہو۔

وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون[3] | اور فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔

طرح طرح ثابت ہُوا کہ تمھارا یہ معاہدہ اگر بالفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں بھی ہوتا جب بھی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب السیر قبیل باب الغنائم المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۳/۲۴۸

[2] بدائع الصنائع " مطلب واما النوع الثانی وھوالامان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۰۸

[3] القرآن الکریم ۲/۹

حرام و مردود و خلافِ شرع ہُوا ، اب کیوں نہ یاد کریں لیڈران اپنا ہی قول کہ " خدا کے یہاں معاہدہ کا حیلہ بھی کارگر ہوتا ہے " یا دیکھئے کیا جواب ملتا ہے کوئی اگر معاہدہ کا دعوٰی بھی کرے تو خلافِ شرع معاہدہ کیونکر مسلّم ہوگا کیونکہ صلح حدیبیہ منسوخ ہوچکی ہے اور الا ما احل بہ حراما او حرم بہ حلالا[1] (مگر وُہ معاہدہ جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائے ۔ ت) کا استثنا ، حکم مستقل ہے ۔"

لیڈران پر ساتواں رد

ہفتم لیڈران کی بڑی کوشش اس میں ہے کہ مشرکینِ ہند کے شدید مظالم چھپائیں اور اُن کو جیسے بنے لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل ٹھہرائیں تاکہ انھیں زیرِ حکم لا ینھٰکم اللہ لائیں ، یہ صاف کہہ رہا ہے کہ معاہدہ کا عذر محض جُھوٹا ہے معاہدہ تو حسبِ ضرورت شرعیہ خاص مقاتلین سے خاص وقت قتال بھی جائز ہے پھر اگر معاہدہ ہوتا تو اس کھینچ تان کی کیا ضرورت پڑتی ، معلوم ہُوا کہ جھوٹ کہتے ہیں اور قصدًا بکتے ہیں اور دل میں خوب سمجھ رہے ہیں کہ نرا جھوٹ بکتے ہیں واللہ علیم بالظٰلمین[2] (اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ۔ ت)

مشرکوں سے معاہدۂ لیڈران کے اصل اغراض

(۹) لیڈران حاشا تمہارا معاہدہ ہنود سے نہ التوائے قتال کے لئے ہوا نہ اس کا کچھ ذکر تھا نہ تم اُن پر قاہر تھے نہ انھیں تم سے اپنے قتل کا خوف تھا بلکہ دونوں تیسرے کے ہاتھ میں مقہور ہو نہ ہرگز اس مدت معاہدہ میں تم قتل ہنود کا سامان کر رہے ہو نہ ہرگز تمہاری نیت نہ ہرگز تم ایسا کرسکتے ہو غرض معاہدہ شرعیہ سے ایسا ہی دُور ہو جیسے مشرکین توحید سے یا تم شرع مجید سے بلکہ یہ ناپاک معاہدہ چار باتوں کے لئے ہُوا :

مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے

یکم ، مشرکین سے عقد مواخات بھائی چارہ کہ برادرانِ وطن ہندو بھائی ، اللہ عزوجل فرمائے انما المؤمنون اخوۃ[3] مسلمان آپس میں بھائی ہیں ، تم کہو نحن والمشرکون اخوۃ ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں ، جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے :

---

[1] سُنن ابن ماجہ ابواب الاحکام باب الصلح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۱
[2] القرآن الکریم ۲ / ۹۵
[3] " ۴۹ / ۱۰

الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانهم کفروا[1] کیا تم نے نہ دیکھا منافقوں کو کہ اپنے بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔

وہاں من اھل الکتاب تھا یہاں اس سے بڑھ کر من المشرکین ہُوا۔

کافروں سے اتحاد کرنے والے بحکمِ قرآن کافر ہیں

دوم، اُن سے اتحاد، حالانکہ قرآنِ عظیم بیس سے زیادہ آیات میں اسے مردود و ملعون فرماچکا اور جابجا صاف ارشاد فرمادیا کہ ایسا کرنے والے انھیں میں سے ہیں ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]، ایسا کرنے والے مسلمان نہیں لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[3]۔ ایسا کرنے والوں کو اللہ و رسول و قرآن پر ایمان نہیں ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[4]۔

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے

سوم، مشرکین کے حلیف بننا انھیں اپنا حلیف بنانا، حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہوچکا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحدثوا فی الاسلام حلفا۔ رواہ الامام احمد فی المسند و محمد بن عیسٰی فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰے نے جامع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر رہیں کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے، رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۱۱
[2] 〃 ۵/ ۵۱
[3] 〃 ۵۸/ ۲۲
[4] 〃 ۵/ ۸۱
[5] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی الحلف امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۷، ۲۱۳

یایها الذین لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللّٰہ ان کنتم مؤمنین[1]

اے ایمان والو! وہ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافران میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیۂ کریمہ کے تحت میں ہے:

یقول لاتتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا او اخوانا او حلفاء فانھم لایألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ۔[2]

رب عزوجل فرماتا ہے اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمھاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی و یارانہ ظاہر کریں۔

فقہ و حدیث کے حاوی امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مشکل الآثار میں یہ تحقیق فرماکر کہ مشرکوں سے استعانت حرام ہے کتابی سے ہوسکتی ہے اس پر حدیث سوم کہ فائدہ ثانیہ میں آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابن اُبی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس کردیا اور انھیں مشرکین فرمایا اعتراضاً وارد کی کہ دیکھو حضور نے یہود کو بھی مشرکین سے گنا اور ان سے استعانت کو بھی مشرکین سے استعانت قرار دیا اس کے جواب میں فرمایا اس کی وجہ ان کا اس مشرک منافق سے حلف کہ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں تو مشرک کے حلیف ہوکر وہ کتابی نہ رہے مرتد ہوگئے اور اسی طرح مشرک۔ عبارت یہ ہے:

جوابنا ان وجہ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھٰؤلاء الیھود علی ما بینھم وبین ابن ابی المنافق من الحلف والمحالفۃ ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین فکانوا بذٰلک خارجین من اھل الکتاب مرتدین عما کانوا علیہ وصاروا مشرکین کمشرکی العرب[3] (ملخصًا)

امام ابوالولید باجی نے مختصر پھر علامہ یوسف دمشقی نے معتصر میں اسے مقرر رکھا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۷

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۵/۵۷ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۶/۱۶۹

[3] مشکل الآثار للطحاوی کتاب الجہاد باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ الخ دار صادر بیروت ۳/۲۴۱

ان بنی قینقاع بمحالفتہم عبد اللہ صاروا کالمرتدین فخرجوا بہ عن حکم اھل الکتاب فصاروا کالمشرکین فکان لہم حکمہم فلذٰلک منعوا وسموا مشرکین[1] (ملتقطا)

بنی قینقاع کے یہودی ابن اُبی کے حلیف بن کر مرتدوں کے مثل ہوگئے تو کتابیوں کے حکم میں نہ رہے اور مشرکوں کی طرح ہوگئے تو اُن کا وہی حکم ہوا جو مشرکوں کا، اسی واسطے حدیث نے انھیں منع فرمایا اور اُن کا نام مشرک رکھا۔ (ملتقطا)

سبحان اللہ! یہودی مشرک کے حلیف بن کر کتابی نہ رہے مرتد و مشرک ہوگئے حالانکہ الکفر ملۃ واحدۃ مگر کلمہ گو لیڈر مشرکین ہند کے حلیف پس رو غلام بن کر نہ مرتد ہوئے نہ مشرک، ہٹے کٹے مسلمان ہی بنے رہے ؎

مشرک سے عہد باندھ کے مشرک ہوئے یہود
یہ مشرکوں کے عبد مسلمان ہی رہے

اقول حلف جب دو مساوی گروہوں میں ہو فریقین یکساں ہیں اور جب مغلوب وضعیف گروہ دوسرے کی پناہ لے کر اس کا حلیف بنے تو پوری موافقت کا بار اسی پر ہے اس کی طرف سے صرف قبول پناہ وہی ہے، ابن اُبی خبیث نے بڑی سطوت پیدا کرلی تھی یہاں تک کہ اس کے لئے تاج تیار کیا جاتا تھا قریب تھا کہ اُسے بادشاہ بنایا جائے تو یہود بنی قینقاع کا حلف اُس کی شوکت سے مستفید ہی ہونے کو تھا، ولہذا امام نے فرمایا: ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین[2] (حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں۔ ت) نہ اختصار کی طرح الموافقۃ بین المتحالفین[3] (حلف کرنے والوں کے درمیان موافقت۔ ت) پھر دربارۂ ادیان حکم یہ ہے کہ نازل سے مجرد ارادۂ موافقت نازل کردیتا ہے اور صعد کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں، مسلمان اگر معاذ اللہ ارادۂ کفر کرے گا کافر ہوجائے گا، لیکن کافر محض ارادۂ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اسلام قبول نہ کرے، یونہی کتابی صرف ارادۂ موافقتِ مشرکین سے مشرک ہوسکے گا مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہوجائے گا لہذا وہ یہودی مشرک ہوگئے، ابن اُبی خبیث کتابی نہ ہوا۔ یونہی حلیفانِ مشرکینِ ہند پر

---

[1] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/۲۳۰
[2] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/۲۴۱
[3] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/۲۳۰

امام کا یہ حکم نافذ ہوگا، مشرکین ہند مسلمان نہ ہوجائیں گے۔

اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے اماکن مقدسہ اور ترکوں کا نام ٹٹی ہے

چہارم، اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے جس کی صاف تصریح بڑے بڑے لیڈران نے کردی[1] اس میں اپنی کمزوری بلکہ عجز دیکھ کر مشرکوں کا دامن پکڑا انہیں یار و انصار بنایا اوروں کو چھوڑیے مولویوں میں گنے جانے والے لیڈر فرماتے ہیں "ہم تو ہندوستان کی آزادی کو ایک فرض اسلامی سمجھتے ہیں اس کے لئے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے"[2] حالانکہ مشرکوں سے ایسی استعانت نص قرآنی کے خلاف اور قطعاً حرام بلکہ صراحۃً قرآن کریم کی تکذیب ہے، ہم اس بحث کو بعونہٖ چند فوائد میں روشن کریں:

مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل ہے

فائدہ اولیٰ آیات کریمہ، قرآن کریم نے منع موالاتِ کفار کو بکثرت آیات میں ارشاد فرمایا وہ سب اُن کو مددگار بنانے سے ممانعت ہیں، یہ اعلیٰ درجہ موالات میں ہے، ولہذا اکابر مفسرین نے جابجا ولی کو ناصر اور ولایت کو نصرت و معونت و مظاہرت سے تفسیر کیا، مگر ہم یہاں صرف اُن بعض آیات پر اقتصار کریں جو اپنے سوقِ نظم یا شانِ نزول سے اس مقصود کو بالخصوص افادہ فرما رہی ہیں:

استعانت بمشرکین کے حرام ہونے پر آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر ۱:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[3]

اے ایمان والو! اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور وہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

---

[1] مثل شوکت علی و محمد علی و ابوالکلام آزاد ۱۲ حشمت علی غفرلہ

[2] وہی خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ۱۲ حشمت علی غفرلہ

---

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

لیڈران نے اس آیۂ کریمہ کو کیسا کیسا رد کیا کس کس طرح جھٹلایا

یہ آیۂ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفانِ بدتمیزی کو جو آج مشرکینِ ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رَد فرماتی ہے:

ا۔ حالتِ کمزوری و عجز میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجا لائی جائے ضرور ہے کہ اُسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزّ و جل فرماتا ہے کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی۔

ب۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا، اور رب عزّ و جل فرماتا ہے: وُہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہوئی۔

ج۔ مصیبت میں التجا و استمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا، اور رب عزّ و جل فرماتا ہے، اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔ یہ دوسری تکذیب ہوئی۔

د۔ چھپا دشمن جس سے اثرِ عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزّ و جل نے فرما دیا تھا کہ دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو چکی پھر بھی اُن کی محبت نے وُہ اندھا بہرا کردیا کہ نہ اللہ تعالےٰ کی سُنی نہ اُن کے منہ سے جھلکی یاد رہی۔

ھ۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت و رنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی ہماری مصیبت میں ساتھ نہ دے۔
اس خیال ارذل کو رب عزّ و جل نے ان تینوں جملوں سے رَد فرما دیا کہ وُہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے یہ گمان نہ کرنا کہ وُہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کرینگے اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو کوئی خفیف رنجش اُن کے منہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بغض اور پُوری دشمنی بَیر عداوت، اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرما دیا کہ اُس پر بس نہ جانو کہ اُن کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے مگر اُنھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت نمبر ۲:

بشر المنٰفقین بان لھم عذابا الیما[۱] الذین — اے محبوب! خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے

---

[۱] القرآن الکریم ۴/۱۳۸

یتخذون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا[1]	دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں کیا اُن کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی ہماری کمزوری و ذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی، اللہ عزوجل فرماتا ہے، یہ اُن کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیۂ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبۃ رجائھم ای یطلبون بموالاۃ الکفر القوۃ والغلبۃ (فان العزۃ للہ جمیعا) تعلیل لبطلان رأیھم فان انحصار جمیع افراد العزۃ فی جنابہ عزوعلا بحیث لاینالھا الا اولیاءہ قال تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یقضی ببطلان التعزز بغیرہ واستحالۃ الانتفاع بہ[2] (مختصرا)۔	اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے عزت صرف اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے، تو

اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور اُن سے نفع پہنچنا محال۔ (مختصرا)

آیت نمبر ۳:

لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئ[3]	مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادۃ بن الصامت کان لہ حلفاء من الیھود فقال یوم الاحزاب یارسول اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود تحت آیہ ۴/ ۱۳۸ و ۱۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

معی خمسمائۃ من الیہود وقد رأیت ان استظہربہم علی العدو فنزلت ہذہ الاٰیۃ وقولہ (لایتخذ المؤمنون) الاٰیۃ یعنی انصارا او اعوانا (من دون المؤمنین) یعنی من غیرالمؤمنین والمعنی لایجعل المؤمن ولایتہ لمن ہوغیرمؤمن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوہم لقرابۃ بینہم اومحبۃ اومعاشرۃ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان[1]

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوہ احزاب میں انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر ان سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیہ کریمہ اُتری کہ مسلمان غیرمسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے خواہ یارانے خواہ برے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا اُن سے لُطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ۶ میں ہے:

ای لاتتخذوہم اولیاء تنصرونہم وتستنصرونہم وتؤاخونہم وتعاشرونہم معاشرۃ المؤمنین[2]۔

یعنی رب عزوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون بنو اور اُن سے اپنے لئے مدد چاہو انھیں بھائی بناؤ دُنیوی برتاؤ اُن کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ۶ میں ہے:

المراد ان اللہ تعالٰی امرالمسلمان لایتخذ الحبیب والناصر الامن المسلمین[3]۔

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست مددگار بنائیں۔

اسی میں ہے:

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۳/ ۲۸ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۳۶

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیہ لاتتخذوا الیہود الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۸۷

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ؍؍ ؍؍ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۲/ ۳۰

یعنی لاتتخذوھم اولیاء ای لاتعتمدوا علی الاستنصار بھم ولا تتوددوا الیھم۔[1]

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد و یاری پر اعتماد نہ کرو۔

تفسیر ابی السعود و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیرِ آیۂ مذکورہ ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابۃ اوصداقۃ جاھلیۃ و نحوھما من اسباب المصادقۃ و المعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔[2]

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۳:

فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولاتتخذوا منھم ولیا ولانصیرا۔[3]

اگر کافر ایمان لانے سے مُنہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو دوست نہ بناؤ۔

اس آیۂ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الایمان (فخذوھم و اقتلوھم حیث وجدتموھم ولاتتخذوا منھم ولیا ولانصیرا) وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منھم (الا الذین یصلون الی قوم) ویتصلون بھم والاستثناء من قولہ فخذوھم واقتلوھم دون الموالاۃ۔[4]

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور اُن میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار، اور اگر وہ بلا معاوضہ بھی تمھاری دوستداری و مددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہلِ معاہدہ سے ملیں یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ لاتتخذوا الیھود الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۲/ ۱۶

[2] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود ؍؍ لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۹

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) زیر آیہ ۴/ ۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۲

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوھم راسا ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ۔[1]

یعنی ان سے بالکل دُور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے:

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ ابدا۔[2]

یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے:

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل اما الموالاۃ فحرام مطلقا لا تجوز بحال۔[3]

یہ استثناء گرفتاری وقتل سے ہے، رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ لان موالاۃ الکفار والمنافقین لا تجوز بحال۔[4]

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ کہ موالات کی جانب، اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوھم لا من قولہ ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم۔[5]

معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انھیں قتل کرو، اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ اُن میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار، اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف اُن کے قتل کے کہ

---

[1] انوار التنزیل مع القرآن الکریم (بیضاوی) زیر آیہ ۴/۸۹ مصطفی البابی مصر ۱/۹۳

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) ” ” ” ” دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱۳

[3] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) ” ” ” ” مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) ” ” ” ” ” ” ” ” ۱/۵۷۱

[5] تفسیر کرخی

اس سے معاہدین مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لامن الضمیر فی ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم منھم حرام مطلقا[1]

طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول اس پر خود سیاقِ کریمہ دال کہ قتل و قتال ہی کے منع و رخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین و معاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنیٰ فرمائے واللہ تعالٰی اعلم۔

فائدہ ثانیہ: استعانت بمشرکین کی تحریم پر صحیح حدیثیں، صحاح احادیث ناطق۔

حدیث ۱: صحیح مسلم و سُنن اربعہ و مشکل الآثار امام طحاوی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے سنگستان وَبَرہ میں (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جس کی جرأت و بہادری مشہور تھی حاضر ہُوا، اصحابِ کرام اُسے دیکھ کر خوش ہوئے، اس نے عرض کی، میں اس لئے حاضر ہوا کہ حضور کے ہمراہِ رکاب رہوں اور قریش سے جو مال ہاتھ لگے اُس میں سے میں بھی پاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اتؤمن باللہ ورسولہ کیا تُو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "فارجع فلن نستعین بمشرک" تُو پلٹ جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب ذو الحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ خوش ہُوئے کہ واپس آیا وہی پہلی بات عرض کی اور حضور نے وہی جواب ارشاد فرمایا کہ کیا تُو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "فارجع فلن نستعین بمشرک" واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب وادی میں پہنچے وہ پھر آیا اور صحابہ خوش ہُوئے اُس نے وہی عرض کی، حضور نے فرمایا: کیا تُو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: فنعم

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی زیر آیہ ۴/۸۹ دار صادر بیروت ۳/۱۶۵

اذن[1] ہاں اب چلو۔

حدیث ۲: امام احمد و اسحٰق بن راہویہ مسانید اور امام بخاری تاریخ اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں خبیب بن اساف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک غزوہ[عہ1] کو تشریف لئے جاتے تھے میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: فانا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین تو ہم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے[2]۔

حاکم نے کہا، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یونہی تنقیح میں اس کے رجال کی توثیق کی۔

حدیث ۳: امام واقدی مغازی اور امام اسحٰق بن راہویہ مسند اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ اُحد تشریف لے چلے جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا ارشاد ہوا: یہ کون ہیں؟ عرض کی گئی: یہود بنی قینقاع قوم عبداللہ بن سلام حلفائے عبداللہ بن اُبی (یہ لفظ طحاوی ہیں اور لفظ ابن راہویہ یوں ہی عرض کی گئی یہ عبداللہ بن اُبی ہے اپنے حلیفوں کے ساتھ کہ قوم عبداللہ بن سلام کے یہود ہیں، اور لفظ واقدی میں ہے یہ ابن اُبی کے حلیف یہودی ہیں اور لفظ طبرانی میں ہے یہ عبداللہ بن اُبی ہے چھ سو یہودیوں کے ساتھ کہ اُس کے

عہ1: یہ غزوہ غزوۂ بدر ہے کما فی اسد الغابہ ۱۲ منہ غفرلہ

عہ2: اقول یہ لفظ مستدرک میں ہے اور مشکل الآثار و مسند احمد میں نہیں قبل اسلام اس کا کہنا باعتبار عرف مسلمین ہوگا یا یُوں کہ اُس وقت بھی ایقان تھا اگرچہ اذعان بعد کو ہوا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸

مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۲/ ۲۳۷

[2] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۲/ ۲۳۹

حلیف ہیں فرمایا: کیا اسلام لے آئے؟ عرض کی: نہ، وہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا:

قل لھم فلیرجعوا فانا لانستعین بالمشرکین علی المشرکین[1]

ان سے کہہ دو لوٹ جائیں ہم مشرکوں پر مشرکوں سے مدد نہیں لیتے۔

اقول یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے مسند امام اسحٰق میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا الفضل بن موسٰی عن محمد بن عمرو بن علقمۃ عن سعد بن المنذر عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

ہمیں خبر دی فضل بن موسٰی نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے انھوں نے سعد بن منذر سے انھوں نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

فضل بن موسٰی و محمد بن عمرو بن علقمہ دونوں رجال جمیع صحاح ستہ سے ہیں ثقہ ثبت و صدوق اور یہ سعد بن منذر بن ابی حمید الساعدی ہیں کما فی مشکل الآثار، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، تقریب میں کہا مقبول ہیں، تہذیب التہذیب میں ہے:

روی عن جدہ وحمزۃ بن ابی اسید وعنہ محمد بن عمرو بن علقمۃ وعبدالرحمٰن بن سلیمٰن بن الغسیل ذکرہ ابن حبان فی الثقات[3]

اُنھوں نے اپنے دادا حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حمزہ بن اسید سے علم حاصل کیا اور ان سے محمد بن عمرو بن علقمہ اور عبدالرحمٰن بن سلیمٰن ابن حضرت غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔

لاجرم زرقانی علی المواہب میں ہے:

قد روی الطبرانی فی الکبیر والاوسط برجال ثقات عن ابی حمید الساعدی الحدیث[4] ع

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر و معجم اوسط میں بہ سند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: عبد بن حمید و ابویعلٰی و ابناء جریر و منذر و ابی حاتم اور بیہقی شعب الایمان میں

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱

[2] نصب الرایہ بحوالہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ کتاب السیر کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۳

[3] تہذیب التہذیب ترجمہ ۸۹۹ سعد بن منذر دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/ ۴۸۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول غزوہ احد دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵

ع یہ طبرانی نے معجم کبیر و معجم اوسط میں بہ سند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لاتستضیئوا بنار المشرکین[1] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کے معنی پوچھے گئے، فرمایا: لاتستشیروا المشرکین فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلک فی کتاب اللہ یایھا الذین لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا[2] ارشادِ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ مشرکوں سے اپنے کسی معاملہ میں مشورہ نہ لو، پھر فرمایا اس کی تصدیق خود کلام اللہ میں موجود ہے کہ فرمایا اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔

اقول یہ حدیث بھی اصول حنفیہ کرام پر حسن ہے، طبری کے یہاں اس کی سند یہ ہے:

حدثنا ابوکریب ویعقوب بن ابراھیم قالا حدثنا ھشیم اخبرنا العوام بن حوشب عن الازھر بن راشد عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ[3]

ابوکریب اور یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں حدیث بیان کی اور کہا ہمیں ہشیم نے انھوں نے کہا ہمیں عوام بن حوشب نے ازہر بن راشد سے انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی (ت)

ابوکریب سے عوام بن حوشب تک سب اجلہ مشاہیر ثقہ عدول رجال جملہ صحاح ستہ سے ہیں اور ازہر بن راشد رجال سنن نسائی و تابعین سے ہیں ان پر کسی امام معتمد سے کوئی جرح ثابت نہیں اور[ع]

ع اما تضعیف ابن معین فلازھر بن راشد الکاھلی لا فی ھذا البصری الراوی عن انس وقد فرق بینھما ابن معین فضعف الکاھلی لا ھذا کما بینہ الحافظ المزی فی تھذیبہ والحافظ

ع لیکن ابن معین نے ضعیف کہا ہے تو ازہر بن راشد کاہلی کو کہا ہے اس بصری راشد کو جو انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کی بابت نہیں کہا، ابن معین نے دونوں میں فرق کرتے ہوئے کاہلی کو ضعیف کہا ہے اس کو نہیں جیسا کہ حافظ مزی نے اپنی تہذیب

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[2] " " " " " ۷/ ۴۰

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۴/ ۳۸

یہ کہ اُن سے راوی صرف عوام بن حوشب ہیں جس کی بنا پر تقریب میں حسبِ اصطلاحِ محدثین مجہول کہا ہمارے نزدیک اصلاً جرح نہیں خصوصاً تابعین میں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

لا جرح بان له راویا واحدا وھو مجھول العین[1] (ملتقطا)

یہ کوئی جرح کی بات نہیں کہ اُس سے ایک ہی شخص نے روایت کی یا اسے مجہول العین کہتے ہیں۔

فواتح الرحموت میں ہے:

وقیل لایقبل عند المحدثین وھو تحکم[2]

اور بعض نے کہا ایسا راوی محدثین کے نزدیک مقبول نہیں اور یہ نری زبردستی ہے۔

فصول البدائع میں ہے:

العدالة فیما بین رواة الحدیث ھی الاصل ببرکته وھو الغالب بینھم فی الواقع کما نشاھدہ فلذا قبلنا مجھول القرون الثلثة فی الروایة[3]۔

راویانِ حدیث میں حدیث کی برکت سے عدالت ہی اصل ہے اور مشاہدہ شاہد کہ واقع میں ثقہ ہونا ہی اُن میں غالب ہے اسی لئے قرونِ ثلٰثہ کے مجہول کی روایت ہمارے ائمہ قبول کرتے ہیں۔

بعض روایات کہ استعانت میں پیش کی جاتی ہیں اُن کا حال

فائدہ ثالثہ: بعض روایات کہ ان احادیث صحیحہ بلکہ آیاتِ صریحہ کے مقابل پیش کی جاتی ہیں اُن میں کوئی صحیح و مفید مدعائے مخالف نہیں، محقق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العسقلانی فی تقریبه واما قول الازدی منکر الحدیث فالازدی نفسه مجروح ضعیف بشدید التعنت فی الرجال معروف ثم قوله منکر الحدیث جرح مبھم غیر مفسر کما نصوا علیه ۱۲ منه غفرله۔

میں اور حافظ عسقلانی نے اپنی تقریب میں بیان کیا ہے لیکن ازدی کا اس کو منکر الحدیث کہنا معتبر نہیں اس لئے کہ ازدی خود مجروح، ضعیف اور رجالِ حدیث پر طعن کرنیوالا مشہور ہے پھر منکر الحدیث کہنا یہ غیر واضح، مبہم جرح ہے جیسا کہ علماءِ نقد نے تصریح کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مسلم الثبوت مسئلة معرف العدالة الشہرة مطبع انصاری دہلی ص ۱۹۲

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی، مسئلہ مجہول الحال، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۴۹

[3] فصول البدائع

علی الاطلاق نے فتح القدیر میں انھیں ذکر کرکے فرمایا:

ولا شك ان هذه لا تقاوم احاديث المنع في القوة فكيف تعارضها[1]

کوئی شک نہیں کہ یہ روایتیں قوت میں احادیث منع کو نہیں پہنچتیں تو کیونکر ان کے معارض ہوسکتی ہیں۔

خود ابوبکر حازمی شافعی نے کتاب الاعتبار میں حدیث صحیح مسلم دربارۂ ممانعت روایت کرکے کہا:

ومايعارضه لايوازيه في الصحة و الثبوت فتعذر ادعاء النسخ[2]

اور اس کا خلاف جن روایتوں میں آیا ہے وہ صحت و ثبوت میں اُن کے برابر نہیں تو ممانعت استعانت کو منسوخ ماننے کا ادعا ناممکن ہے۔

یہ اجمالی جواب بس ہے اور مجمل کی تفصیل یہ کہ یہاں دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں جن سے احادیث منع کو منسوخ بتاتے ہیں کہ وہ واقعہ بدر و اُحد میں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں کہ اُن کے کئی برس بعد ہے بعض یہودی قینقاع سے یہود خیبر پر استعانت فرمائی پھر ۸ ہجری غزوۂ حنین میں صفوان بن امیہ سے اور وہ اس وقت مشرک تھے تو اگر اُن پہلے واقعات میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مشرک یا مشرکوں کو رد فرمانا اس بناء پر تھا کہ حضور کو رد و قبول کا اختیار تھا جب تو حدیثوں میں کوئی مخالفت ہی نہیں اور اگر اس وجہ سے تھا کہ مشرک سے استعانت ناجائز تھی تو ظاہر ہے کہ بعد کی حدیث نے اُن کو منسوخ کردیا یہ تمام و کمال کلام امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے کہ اُن سے فتح اور فتح سے ردالمحتار میں نقل کیا اور ناواقفوں نے نہ سمجھا یہ بعینہٖ کتاب الاعتبار حازمی شافعی میں امام شافعی سے مروی ہے:

حيث قال قرأت على روح بن بدر اخبرك احمد بن محمد بن احمد في كتابه عن ابي سعيد الصيرفي اخبرنا ابوالعباس انا الربيع انا الشافعي قال

میں نے رُوح بن بدر پر پڑھا کہ آپ کو احمد بن محمد بن احمد نے اپنی کتاب میں ابوسعید صیرفی سے خبر دی کہ انھوں نے کہا ہمیں ابوالعباس نے خبر دی کہ ہمیں ربیع نے خبر دی کہ ہمیں امام شافعی نے خبر دی

---

[1] فتح القدیر کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۴۳

[2] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۴

الذی روی مالك کما روی رد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مشرکا ومشرکین فی غزوۃ بدر وابی ان یستعین الا بمسلم ثم استعان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بعد بدر فی غزوۃ خیبر بیھود من بنی قینقاع کانوا اشداء واستعان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی غزوۃ حنین سنۃ ثمان بصفوان بن امیۃ وھو مشرك فالرد الاول ان کان بان لہ الخیار بان یستعین بمشرك وان یردہ کما لہ رد المسلم من معنی مخافۃ اولشدۃ بہ فلیس واحد من الحدیثین مخالفا للاخر وان کان ردہ لانہ لم یر ان یستعین بمشرك فقد نسخہ ما بعدہ من استعانتہ بالمشرکین اذا خرجوا طوعاً ویرضخ لھم ولا یسھم لھم ولا یثبت عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اسھم لھم انتھی[1]

کہ وُہ جو امام مالک نے روایت فرمایا وہ ویسا ہی ہے جیسا اُنھوں نے روایت فرمایا۔ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مشرک اور دو مشرکوں کو واپس فرما دیا اور غیر مسلم سے استعانت کرنا قبول نہ فرمایا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے بعد غزوہ خیبر میں بنی قینقاع کے کچھ یہودیوں سے کام لیا کہ زور آور تھے اور سنہ ۸ ہجری غزوہ حنین میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ سے جس وقت میں کہ وہ مشرک تھے کچھ امداد لی تو پہلا رد فرما دینا اگر اس بنا پر تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ کسی مشرک سے کام لیں یا اسے واپس فرما دیں جیسا انھیں مسلمان کے واپس فرما دینے کا اختیار ہے اس پر کسی خوف یا مشقت کے باعث، جب تو حدیثوں میں باہم کچھ اختلافات ہی نہیں اور اگر وُہ واپس فرما دینا اس بنا پر تھا کہ حضور نے مشرک سے مدد لینا ناجائز جانا تو بعد کے واقعہ نے کہ مشرکوں سے کام لیا اسے منسوخ کر دیا (اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشرکوں سے لڑنے میں مشرکوں سے مدد لے جبکہ وُہ اپنی خوشی سے لڑنے کو چلیں اور غنیمت میں سے انھیں کچھ تھوڑا سا دیا جائے پورا حصہ نہ دیا جائے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ حضور نے انھیں پورا حصہ دیا ہو انتہی (یہ تمام کلام امام شافعی کا ہے)۔

اس کے بعد جو فقرہ فتح میں ہے وہ بھی زیر قال الشافعی داخل، اور انھیں کا قول ہے جسے بیہقی شافعی نے ان سے روایت کیا، نصب الرایہ میں ہے:

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۴

قال الشافعی ولعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما رد المشرك الذی رده فی غزوة بدر رجاء اسلامه وقال وذلك واسع للامام ان یرد المشرك اویاذن له انتھی وکلام الشافعی کله نقله البیھقی عنه[1]

امام شافعی نے فرمایا کہ وہ مشرک جسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں واپس فرمایا تھا شاید یہ اس امید کی بنا پر ہو کہ وہ اسلام لے آئے گا اور امام شافعی نے کہا سلطانِ اسلام کو گنجائش ہے چاہے مشرک کو واپس کرے یا اجازت دے انتہی اور امام شافعی کا یہ سارا کلام بیہقی نے ان سے روایت کیا۔

یہود سے استعانت کے پانچ جواب

واقعہ یہود بنی قینقاع کا جواب تو واضح ہے جو محقق علی الاطلاق اور خود حازمی شافعی نے ذکر کیا کہ وہ روایت کیا اس قابل ہے کہ احادیثِ صحیحہ کے سامنے پیش کی جائے اس کا مخرج الحسن بن عمارۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ہے قطع نظر انقطاع سے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں جن میں یہ نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک منقطع مردود ہے، حسن بن عمارہ متروک ہے کما فی التقریب۔ اور مرسل زہری مروی جامع ترمذی و مراسیل ابی داؤد رہا تو مرسل کہ امام شافعی کے یہاں مہمل **اقول** اور سند مراسیل میں ایک انقطاع حیوٰۃ بن شریح و زہری کے درمیان ہے، تہذیب التہذیب میں امام احمد سے ہے:

لم یسمع حیوٰۃ من الزھری[2] حیوٰۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہ سُنی۔

دوسرے مرسل بھی زہری کا جسے محدثین پا بر ہوا کہتے ہیں تیسرے ضعیف بھی کما فی الفتح (جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت) یونہی بیہقی نے کہا:

اسنادہ ضعیف و منقطع[3] اس کی سند ضعیف اور بیچ میں کٹی ہوئی ہے۔

نصب الرایہ میں ہے: انھا ضعیفة[4] یہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔

اقول اور کچھ نہ ہو تو اس میں یہ تو ہے کہ:

---

[1] نصب الرایۃ کتاب التفسیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۴
[2] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۳۵ حیوٰۃ بن شریح دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن بھارت ۳/۷۰
[3] نصب الرایۃ بحوالہ البیہقی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۳/۴۲۲
[4] " " " " " " " " " ۳/۴۲۳

اسھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقوم من الیھود قاتلوا معہ[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو جنھوں نے ہمراہِ رکابِ اقدس قتال کیا تھا حصّہ عطا فرمایا۔

اس سے استعانت کہاں ثابت، ممکن کہ انھوں نے بطورِ خود قتال کیا ہو، اور پانچواں جواب امام طحاوی سے آتا ہے کہ سرے سے قاطع استناد ہے۔

صفوان بن امیہ سے استعانت کے روشن جواب

رہا قصہ صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ، اُن کا قبل از اسلام غزوۂ حنین شریف میں ہمراہ رکابِ اقدس ہونا ضرور ثابت ہے مگر ہرگز نہ اُن سے قتال منقول نہ یہی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے قتال کو فرمایا ہو صرف اس قدر ہے کہ سَو زرہ خود بکتر اور ایک روایت میں چار سَو ان سے عاریۃً لے[2] اور وہ بطمع پرورش سرکارِ عالم مدار کہ مؤلفۃ القلوب سے تھے ہمراہ لشکر ظفر پیکر ہولئے اُن کی مراد بھی پُوری ہُوئی اور اسلام بھی پختہ راسخ ہوگیا سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غنائم سے اتنا عطا فرمایا اتنا عطا فرمایا کہ یہ بے اختیار کہہ اُٹھے:

واللہ ماطابت بھذا الا نفس نبی[3]

خدا کی قسم اتنی عطائیں خوش دلی سے دینا نبی کے سوا کسی کا کام نہیں۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ امام ابن سعد طبقات پھر حافظ الشان عسقلانی اصابہ فی تمییز الصحابہ میں انھی صفوان رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

لم یبلغنا انہ غزا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

ہمیں روایت نہ پہنچی کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو۔

امام طحاوی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

صفوان کان معہ لا باستعانۃ ایاہ منہ فی

یعنی صفوان خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] نصب الرایۃ کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۲

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ باب ص ف ترجمہ ۴۰۷۳ دار صادر بیروت ۲/۱۸۷

[3] " " " " " " " " " " ۲/۱۸۸

ذٰلك ففی هذا ما يدل علی انه انما امتنع من الاستعانة به و باَمثاله ولم يمنعهم من القتال معه باختيارهم لذٰلك[1]

علیہ وسلم کے ساتھ ہولئے تھے حضور نے اُن سے استعانت نہ فرمائی، اس میں دلیل ہے اس پر کہ حضور مشرکوں سے استعانت سے باز رہتے تھے اور وہ اپنے اختیار سے ہمراہی میں لڑیں تو اس سے منع نہ فرماتے تھے۔

اسی میں ہے:

حدثنا ابو امية قال حدثنا بشر بن عمر الزهرانی قال قلت لمالك اليس ابن شهاب كان يحدث ان صفوان بن امية سار مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فشهد حنينا والطائف وهو كافر قال بلی ولكن هو سار مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولم يأمره رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بذٰلك[2]

ہم سے ابو امیہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے بشر بن عمر زاہرانی نے حدیث بیان کی کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزارش کی کیا زہری یہ حدیث بیان نہ کرتے تھے کہ صفوان بن امیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس چل کر حنین و طائف کے غزوں میں بحالتِ کفر حاضر ہوئے۔ فرمایا ہاں مگر وہ خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ہمرکاب ہولئے تھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن سے نہ فرمایا تھا۔

علامہ جلال الدین ابو المحاسن یوسف حنفی معتصر میں فرماتے ہیں:

لا مخالفة بين حديث صفوان و بين قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا نستعين بمشرك لان صفوان قتاله كان باختيارة دون ان يستعين به النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان الاستعانة بالمشرك غير جائزة

یعنی حدیث صفوان اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے کچھ مخالفت نہیں کہ صفوان کا قتال کو جانا اپنے اختیار سے تھا نہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے استعانت فرمائی ہے مشرک سے استعانت حرام ہے لیکن وہ خود لڑیں تو لڑنے دینا

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ما روی فی الاستعانت من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۳۹

[2] " " " " " " " " " " " " " ۳/ ۲۳۷

لکن تخلیتھم للقتال جائزۃ لقولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم والاستعانۃ اتخاذ بطانۃ وقتالھم دون استعانۃ بخلاف ذٰلک[1] (مختصرًا)۔

جائز ہے اس لئے کہ رب عزوجل نے فرمایا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ مشرک سے استعانت کرنا اُسے رازدار بنانا ہے اور بلا استعانت خود اس کے لڑنے میں یہ بات نہیں۔ (مختصراً)

استعانت جائز ہے تو صرف ذمی سے ہے حربی سے مطلقاً حرام

فائدہ رابعہ: اقول یہ مسئلہ کہ ذمی اگر مسلمانوں کے ہمراہ قتال کرے یا راستہ بتائے تو سلطان اسے غنیمت سے کچھ عطا فرمائے جو مسلمانوں کے حصہ سے کم ہو اور راہ بتانے میں بقدر اجرت تمام متون مثل ہدایہ و وقایہ وتحفۃ الفقہاء وکنز و وافی و مختار و اصلاح وغرر وملتقی وتنویر اور ان کے سوا جن جن کتب میں اس کا ذکر ہے جیسے خزانۃ المفتین و اشباہ والنظائر وغیرہا سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے حتی کہ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی نے رحمۃ الامہ اور امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشریعہ میں اسے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسی قید کے ساتھ ذکر کیا، رحمۃ الامہ کی عبارت یہ ہے:

اتفقوا علی ان من حضر الغنیمۃ من مملوک او امرأۃ او صبی او ذمی فلھم الرضخ[2]۔

علماء کا اتفاق ہے کہ غلام یا عورت یا لڑکا یا ذمی جو غنیمت میں حاضر ہوں تو انھیں کچھ دیا جائیگا پورا حصہ نہیں۔

بعض شراح نے اسی سے مسئلہ استعانت استنباط کیا۔ فتوائے شائع کردہ لیڈری نے درمختار کی یہ عبارت تو نقل کی،

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ[3]۔

اس سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر سے مدد لینی جائز ہے۔

اور متن کی عبارت چھوڑ دی جو ضمیر مفادہ کا مرجع بتاتی کہ یہ کاہے کا مفاد ہے وہ عبارت یہ ہے،

لا لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ورضخ لھم

غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمی کے لئے غنیمت

---

[1] المعتصر من المختصر "فی الاستعانۃ بالمشرک" دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد دکن ۱/۲۲۹

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب السیر فصل اختلف الائمۃ ہل یملک الکفار الخ مطابع قطر الوطنیۃ قطر ص۲۸۵

[3] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

اذا باشروا القتال اوکانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی اودل الذمی علی الطریق[1]

کا حصہ نہیں، ہاں کچھ دیا جائے گا اگر لڑیں یا عورت مریضوں کی تیمارداری کرے یا ذمّی راستہ بتائے۔

اس کے متصل بلا فصل درمختار کی وہ عبارت ہے تو کافر سے مطلقاً وہی مراد جو متن میں مذکور ہے یعنی ذمّی کہ حربی ہرگز اس کے معنی میں نہیں جس کے سبب بدلیل اولویت یا مساوات تعمیم کرلی جائے اس کی نظیر ابھی عبارت قدوری و ہدایہ سے گزری جن میں لفظ کافر تھا اور تمام اکابر نے تصریح فرمادی کہ کافر سے مراد ذمّی ہے۔

ذمی میں بھی خاص کتابی سے استعانت جائز ہے مشرک سے مطلقاً حرام ہے

فائدہ خامسہ: امام اجل زینتِ حنفیت سیدنا احمد طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس میں اور تخصیص فرمائی اور اسی کو حضرت سیدنا امام اعظم وجملہ ائمہ حنفیہ کا مذہب بتایا کہ مسئلہ استعانت کا کتابی سے خاص ہے، جہاد میں وقت حاجت دبے ہوئے یہودی یا نصرانی سے مدد لے سکتے ہیں مشرک سے اصلاً جائز نہیں۔ مشکل الآثار میں استعانت بمشرک سے ممانعت کی حدیثیں روایت فرمائیں پھر استعانت بیہود کی حدیث اعتراضاً وارد کی پھر اس سے جواب میں فرمایا:

لیس فی ذلک مایخالف شیئا ممارویناہ فی ھذا الباب لان الیھود لیسوا من المشرکین الذین قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاثار الاول انہ لا نستعین بھم اولئک عبدۃ الاوثان وھؤلاء اھل الکتب والغلبۃ لنا لانا الاعلون علیھم وھم اتباع لنا وھکذا حکمھم الاٰن عند کثیر من اھل العلم منھم ابوحنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم یقولون لا باس

وہ حدیثیں کہ اس باب میں ہم نے ذکر کیں یہ روایت ان سے کچھ مخالفت نہیں رکھتی اس لئے کہ یہود مشرک نہیں ہیں جن کے بارے میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اگلی حدیثوں میں فرمایا کہ ہم اُن سے استعانت نہیں کرتے وہ بت پرست ہیں اور یہ کتابی ہیں اور غلبہ اُن پر ہمیں کو ہے کہ ہمیں ان پر بالادست ہیں اور وہ ہمارے تابع ہیں اور اب بھی اکثر علماء کے نزدیک اُن کا یہی حکم ہے از انجملہ امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنھم

---

[1] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

بالاستعانۃ باھل الکتاب فی قتال من سواھم اذا کان حکمنا ھو الغالب ویکرھون ذٰلک اذا کان احکامنا بخلاف ذٰلک ونعوذ باللہ من تلک الحال[1]

وہ فرماتے ہیں غیر کتابی کافروں کے مقابلہ میں کتابیوں سے مدد لینے میں حرج نہیں جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو اور کتابیوں سے بھی مدد لینے کو ناجائز رکھتے ہیں جبکہ حالت اس کے خلاف ہو یعنی وہ ہمارے تابع پیرو نہ ہوں اور اس حالت سے اللہ کی پناہ۔

معتصر علامہ یوسف حنفی میں ہے:

الممتنع الاستعانۃ بالمشرک والیھود لیسوا من المشرکین ھکذا حکمھم عند ابی حنیفۃ واصحابہ اذا کان حکمنا ھو الغالب بخلاف ما اذا لم یکن غالبا نعوذ باللہ[2] (ملتقطا)

مشرک سے استعانت ناجائز ہے اور یہودی مشرک نہیں امام اعظم اور اُن کے تلامذہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو بخلاف اس کے کہ معاذ اللہ ہمارا حکم اُن پر غالب نہ ہو (ملتقطا)

تحقیق مقام، استعانت کے اقسام اور اُن کے احکام

فائدہ سادسہ: **اقول** تحقیق مقام بتوفیق منعام یہ ہے کہ یہاں استعانت کی تین حالتیں ہیں: **التجاء**، **اعتماد**، **استخدام**۔

التجاء یہ کہ قلیل گروہ اپنے کو ضعیف و کمزور یا عاجز پاکر کثیر و قوی و طاقتور جتھے کی پناہ لے اپنا کام بنانے کے لئے اُس کا دامن پکڑے، یہ بداہۃً اپنے آپ کو اُن کے ہاتھ میں دینا ہوگا اور انھیں خواہی نخواہی اُن کے اشارے پر چلنا اُن کی پس روی کرنی پڑے گی۔

اعتماد[عہ] یہ کہ گروہ مساوی سے یارانہ گانٹھیں انھیں اپنا یار و یاور و معین و مددگار بنائیں اُن کی مدد و موافقت سے اپنے لئے غلبہ و عزت و کامیابی چاہیں یہ اگرچہ اپنے آپ کو اُن کے رحم پر چھوڑ دینا نہیں مگر اُن کی ہمدردی و خیرخواہی پر اعتماد لیقیناً ہے کوئی عاقل خون کے پیاسے دشمن بدخواہ کو معین و ناصر نہ بنائے گا۔ یہاں مساوات کے یہی معنی نہیں کہ ہر طرح قوت میں ہمارا ہم سنگ ہو بلکہ خود سر گروہ کہ ہمارے

عہ اعتماد ہر استعانت میں ہے اور یہاں یہ مراد کہ صرف اعتماد ہے استیلائے ان کا نہ اپنا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۰

[2] المعتصر من المختصر فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۲۲۹

ہاتھ میں مجبور نہیں اور ہمارے ساتھ اظہارِ بدخواہی کرسکتا ہے اسی شق میں ہے کہ باوصف خود سری اسے ناصر بنانا بے اعتمادنہ ہوگا، یہ دونوں صورتیں کفار کے ساتھ یقیناً قطعاً نصوص قطعیہ قرآنیہ سے حرام قطعی ہیں جن کی تحریم کو پہلی اور دوسری دو ہی آیتیں کافی ووافی ہیں ہرگز کوئی مسلمان انھیں حلال نہیں کہہ سکتا۔

استخدام یہ کہ کافر ہم سے دبا ہوا اس کی چُٹیا ہمارے ہاتھ میں ہو، کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو، وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقیناً ہمارا بدخواہ ہوگا مگر بے دست وپا ہے ہم سے خوف وطمع رکھتا ہے خوفِ شدید کے باعث اظہارِ بدخواہی نہ کرسکے گا بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہوگا۔

الحمدللہ! یہ تقریر فقیر غفرلہ القدیر نے تفقہاً لکھی تھی پھر امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح سیر صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھی عظیم وجلیل تائید ملی، فائدہ خامسہ میں امام طحاوی وعلامہ یوسف حنفی کی عبارتیں سن چکے کہ جواز اس وقت ہے جب ہمارا ہی حکم غالب ہو اور امام ابوجعفر کا ارشاد کہ ہمیں بلند وبالا ہوں اور وہ ہمارے تابع۔ بعینہٖ یہی شرط سیر صغیر میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے امام محمد نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا:

سالتہ عن المسلمین یستعینون باھل الشرک علی اھل الحرب قال لاباس بذلک اذا کان حکم الاسلام ھو الظاھر الغالب[1]

میں نے عرض کی کہ مسلمان اگر حربیوں پر مشرکوں سے مدد لیں تو کیسا ہے، فرمایا مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسلام ہی کا حکم روشن وزبردست ہو۔

مشرکوں سے ذمی مراد ہیں کہ اس سے دو ورق پہلے فرمایا ہے:

لاباس بان یستعین اھل العدل بقوم من اھل البغی واھل الذمۃ علی الخوارج اذا کان حکم اھل العدل ظاھرا[2]۔

اہلِ عدل کا باغیوں اور ذمیوں سے خوارج کے خلاف مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اہلِ عدل کا حکم غالب ہو (ت)

یہاں تو استخدام بتایا تھا مگر اس کی تعلیل وہ فرمائی جس نے استخدام کی پوری تصویر بھی کھینچ دی اور اس کی نوعیت بھی بتادی کہ کس طرح کا استخدام ہو۔

---

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱۰/۱۳۸

[2] 〃 باب الخوارج 〃 〃 〃 ۱۰/۱۳۴

کافر کو کتا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کُتے کی طرح مسخّر ہو

ارشاد ہوا:

لان قتالهم بهذه الصفة لاعزاز الدين والاستعانة عليهم باهل الشرك كالاستعانة بالكلاب[1]

دو ورق پہلے فرمایا:

والاستعانة باهل الذمة كالاستعانة بالكلاب[2]

(یعنی اس لئے کہ جب وہ اس حالت پر ہوں تو ان کا لڑنا ہمارے ہی دین کے اعزاز کو ہوگا اور حربیوں پر ان ذمی مشرکوں سے استعانت ایسی ہوگی جیسے شکار میں کتوں سے مدد لیتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ ہمارے ہاتھ میں کُتوں کی طرح مسخّر ہوں کہ ان کا فعل ہمارے ہی لئے ہو ہمارے ہی دین کے اعزاز کے واسطے ہو) کتے سے شکار میں استعانت کب جائز ہوتی ہے جبکہ وہ وقت شکار سارا کام ہمارے ہی لئے کرے اس میں سے اپنے واسطے کچھ نہ کرے اگر شکار مارا اور ماشہ بھر اس کا گوشت کھا لیا شکار حرام ہے تو استخدام بتایا اور وہ بھی سب سے ذلیل (یعنی جیسے کُتے سے خدمت لیتے ہیں اور شرط فرما دی کہ وہ خودسری سے یکسر نکل کر محض ہمارے لئے آلہ بن گئے ہوں یہ نہ ہوگا مگر اسی صورت میں کہ ہم نے منقح کی وللہ الحمد۔

ذلیل وقلیل کافروں سے استعانت کی اجازت ہوگی نہ کہ انبوہِ کثیر سے

اقول اور اس کے لئے ضرور ہے کہ وہ معدودے چند ذلیل قلیل ہوں کہ بڑا گروہ ہوا تو ممکن کہ میدان میں پہنچ کر کافروں کا لشکر دیکھ کر شرارت پر آئے اور پھن دکھائے ممکن کہ یہی حکمت ہو کہ روزِ اُحد چھ سو یہود کو واپس فرما دیا کہ یہ بڑا جتھا ہوا خصوصًا اس حالت میں کہ مسلمان صرف سات سو اور مغلطائی کی روایت میں چھ ہی سو تھے، اور غزوۂ خیبر میں حسب روایت واقدی صرف دس یہود کو ہمراہی کا حکم فرمایا کہ مسلمان ایک ہزار چار سو تھے

ع‍ه اخرج الواقدی فی مغازیه عن   واقدی نے اپنے مغازی میں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] المبسوط للسرخسی   باب آخر فی الغنیمۃ   دارالمعرفۃ بیروت   ۱۰/۱۳۸

[2] " "   کتاب السیر ۱۰/۲۳ باب الخوارج   " " "   ۱۰/۱۳۴

اور غزوۂ حنین میں تو صفوان جیسے ستر اشقی بھی مان لیجئے تو کچھ نہ تھے کہ الٰہی لشکر بارہ ہزار تھا جس کی کثرت کا ذکر خود قرآن عظیم میں ہے[1] اسی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے علماء ان مسائل میں ذمی و کافر بصیغۂ مفرد لکھتے ہیں نہ بصیغۂ جمع۔

استخدام کی چار صورتیں اور ان کے احکام

اب چار صورتیں ہیں:

کافر کو رازدار بنانا مطلقاً حرام ہے

اوّل اس سے ایسی استعانت جس میں وہ ہمارا رازدار و دخیل کار رہے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لئے پہلی آیۂ کریمہ بس ہے، نیز فرماتا ہے جل وعلا:

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللّٰہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ط و اللّٰہ خبیر بما تعملون[2]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

کافروں کو محرری پر نوکر رکھنے کی ممانعت

ولہذا حدیث چہارم میں ان سے مشورہ لینا ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمۂ اولیٰ کے تحت میں ہے:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حرام بن سعد بن محیصہ قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بعشرۃ من یھود المدینۃ غزا بھم الی خیبر[2] ۱۲ منہ غفرلہ۔

حرام بن سعد بن محیصہ سے راوی کہ انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے دس یہود کو غزوۂ خیبر میں ہمراہ لے گئے۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

[2] کتاب المغازی للواقدی غزوۂ خیبر منشورات مؤسستہ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۶۸۴

والحلف ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدین فهم ینصحون لهم فی اسباب المعاش فنهاهم الله تعالٰی بهٰذہ الاٰیة عنه، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانة من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نهیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی "یاایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء" ومما یؤکد ذٰلک ماروی انه قیل لعمر رضی الله تعالٰی عنه ههنا رجل من اهل الحیرة نصرانی لایعرف اقوی حفظا واحسن خطامنه، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذٰلک وقال اذن اتخذت بطانة من غیر المؤمنین[1]

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دودھ کی شرکت تھی تو کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وُہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دُنیوی باتوں میں تو ہماری خیر خواہی کریں گے اس آیہ کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے اُنھیں منع فرمادیا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ، تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہُوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ" اور اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہُوئی کہ اُن سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اُس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں امیر المومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان اباموسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه قال قلت لعمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه ان لی کاتبا نصرانیا، فقال مالک وله قاتلک الله الا اتخذت حنیفا یعنی مسلما اما سمعت قول الله عزوجل "یاایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیهود والنصٰری اولیاء" قلت له دینه ولی کتابته فقال لا اکرمهم

یعنی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے، فرمایا تمھیں اس سے کیا علاقہ خدا تمھیں سمجھائے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سُنا کہ اے ایمان والو! یہود و نصارٰی کو یار نہ بناؤ، میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے، فرمایا میں

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ لاتتخذوا بطانة الخ کے تحت المطبعة البهیة المصریة مصر ۸/۱۰-۲۰۹

33 اذا اھانھم اللّٰہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللّٰہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللّٰہ، قلت انہ لایتم امر البصرۃ الا بہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعدہ فما تعملہ بعد موتہ فاعلہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین[1]۔

کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا نہ انھیں عزّت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا نہ اُن کو قُرب دُوں گا جبکہ اللہ نے اُنھیں دُور کیا، میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پُورا نہ ہوگا، فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وُہ مرگیا تو اس کے بعد کیا کرو گے جو جب کرو گے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اُس سے بے پروا ہوجاؤ۔

کافر کی تعظیم حرام ہے

دوم اُسے بعض مسلمانوں پر کوئی عہدہ و منصب دینا جس میں مسلم پر اس کا استعلاء ہو مثلاً مسلمان فوج کے کسی دستے کا افسر بنانا یہ بھی حرام ہے، ابھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سُن چکے کہ اللہ نے انھیں خوار کیا میں گرامی نہ کروں گا اللہ نے انھیں ذلت دی میں عزت نہ دُوں گا۔ کُتبِ حدیث میں یُوں ہے کہ جب ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُسے محرّری پر مقرر کیا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان میں لکھا:

لیس لنا ان نأتمنھم وقد خونھم اللّٰہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللّٰہ ولا ان نعزھم وقد امرنا بان یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[2]۔

ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے، یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحٰنہ نے انھیں پستی دی، یا انھیں عزت دیں حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ کافر ذلت و خواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب ومباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین، وتمامہ فی الفتح وفی الحاوی ینبغی ان یلازم الصغار بینہ وبین المسلم فی کل شیئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ، بحر، ویحرم تعظیمہ[3]۔

---

[1] لباب التاویل (التفسیر الکبیر) زیر آیہ لاتتخذوا الیھود والنصارٰی اولیاء مصطفی البابی مصر ٢/ ٦٢

[2]

[3] الدرالمختار فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ١/ ٣٥٢

یعنی ذمّی کافر کو محرر بنانا یا اور کوئی عمل ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں، اس کا پورا بیان فتح القدیر میں ہے، حاوی میں ہے وہ مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں دبا ہوا ذلیل رہے تو جب تک اس کے پاس کوئی مسلمان کھڑا ہو اُسے بیٹھنے نہ دیں گے، یہ بحرالرائق میں ہے، اور اس کی تعظیم حرام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قالوا الاحق ان لا یترکوا ان یرکبوا الا لضرورۃ واذا رکبوا للضرورۃ فلینزلوا فی مجامع المسلمین[1]

علماء نے فرمایا: سزاوار تر یہ ہے کہ انھیں سوار ہونے ہی نہ دیں مگر (مرض وغیرہ کی) ناچاری سے پھر جب مجبوری کو سوار ہوں تو یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں اُتر لیں۔

بے تعظیمی کے ساتھ بھی کافر سے استعانت صرف وقتِ حاجت جائز ہے

سوم بے حاجت اُس سے استعانت کرنا یہ بھی ناجائز ہے، خود فتوائے شائع کردہ لیڈران میں دُرِّمختار سے ہے:

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ[2]

اس عبارت سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر (ذمی) سے استعانت جائز ہے۔

اُسی میں ردالمحتار سے ہے:

اما بدونہا فلا لانہ لا یؤمن غدرہ[3]

حاجت نہ ہو تو جائز نہیں کہ کچھ اطمینان نہیں کہ وہ بدعہدی نہ کرے گا۔

کافر سے صرف اِس صورت کی استعانت جائز ہے

چہارم اب ایک صورت یہ رہی کہ دبے ہوئے مقہور کافر سے بشرطِ حاجت ایسی استعانت جس میں نہ اُسے رازدار و دخیل کار بنانا ہو نہ کسی مسلمان پر اس کا استعلا ہوتا ہے وہ جس کی ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے رخصت

---

[1] الہدایۃ باب الجزیۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۵۷۸

[2] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

[3] ردالمحتار " " " مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۳/۲۵۷

دی پچھلی دو قیدیں تو منتظرِ ثبوت بلکہ محتاجِ بیان بھی نہیں دینِ متین سے ضرورۃً معلوم ہیں جن کا کچھ بیان ابھی گزرا، تو ان کی نظیر نماز کے لئے شرطِ وضو ہے کسی نماز کا مسئلہ بتایئے تو یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ بشرطیکہ باوضو پڑھی جائے، رہیں پہلی دو، وہ ہمارے ائمہ کی طرح امام شافعی نے بھی بتائیں۔

امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں :

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فارجع فلن استعین بمشرك، وقد جاء فی الحدیث الاٰخران النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعان بصفوان بن امیۃ قبل اسلامہ فاخذ طائفۃ من العلماء بالحدیث الاول علی اطلاقہ، وقال الشافعی واٰخرون ان کان الکافرحسن الرأی فی المسلمین ودعت الحاجۃ الی الاستعانۃ بہ استعین بہ والا فیکرہ، وحمل الحدیثین علی ھٰذین الحالین۔[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے استعانت نہ کریں گے، اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ سے اس حال میں امداد لی کہ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو ایک جماعتِ علماء نے پہلی حدیث کا مطلق حکم اختیار کیا اور شافعی اور کچھ اوروں نے کہا کافر اگر مسلمانوں کے حق میں نیک رائے رکھتا ہو اور اس سے استعانت کی حاجت پڑے تو استعانت کی جائے ورنہ منع ہے، امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو ان دونوں حالوں پر محمول کیا۔

شرطِ حاجت تو صاف ذکر فرمائی اور شرطِ اوّل کا یوں اِشعار کیا کہ کسی کافر کی رائے مسلمانوں کے بارے میں اچھی ہو تو اُس سے استعانت جائز ہے، اسی شرط کو حازمی شافعی نے یوں ذکر کیا :

والثانی ان یکونوا ممن یوثق بھم فلا تخشٰی نائرتھم فمتی فقد ھٰذان الشرطان لم یجز للامام ان یستعین بھم۔[2]

یعنی حاجت کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ اُن کافروں پر وثوق ہو کہ اُن کی شرارت کا اندیشہ نہ رہے ان دونوں شرطوں میں سے کوئی کم ہوگی تو سلطانِ اسلام کو کافروں سے استعانت جائز نہ ہوگی۔

اقول اللہ عزوجل فرماتا ہے : اور اللہ سب سے زیادہ سچا ہے لا یألونکم

---

[1] شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجہاد والسیر کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸

[2] الناسخ والمنسوخ للحازمی

خبالا ودوا ماعنتم[1] کافر تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے تمہارا مشقت میں پڑنا ان کی دلی تمنا ہے، تو محال ہے کہ خودسر کافر مسلمانوں کے لئے کوئی اچھی رائے رکھیں اُن کی خیر خواہی پر وثوق ہو سکے اُن کا خودسر کافر ہونا ہی اُن پر بے اطمینانی کا پورا موجب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الموادعۃ میں فرماتے ہیں:

لعل خوف الخیانۃ لازم للعلم بکفرھم وکونھم حربا علینا[2]
امید یہ ہے کہ خوف خیانت آپ ہی لازم ہے کہ اُن کا کافر اور ہم سے مقاتل ہونا معلوم ہے۔

تو مسلمانوں کے خیر خواہ و قابلِ وثوق نہیں ہو سکتے مگر معدود چند ذلیل قلیل مجبور مقہور کافر جن کو سرکشی کی مجال نہیں ولہذا تمام علماء نے مسئلہ رضخ کو ذمی کے ساتھ مقید فرمایا اور اُسے بصیغہ مفرد ذکر کیا۔

ثمّ اقول ان شروط و قیود سے مشروطا استعانت[عہ] نہ اُن کو راز دار و دخیل کار بنانا ہے کہ آیت اولٰی کے خلاف ہو، نہ اُن سے عزت چاہنا کہ آیت دوم کے مخالف ہو، ذلیل قلیل سے کون عزت چاہے گا، نہ اُسے کوئی ولی ونصیر بنانا کہ کا کہ باقی آیات کے خلاف ہو، یہ استعانت اگر ایسی نہیں جیسے کتبت بالقلم (میں نے قلم کی مدد سے لکھا۔ ت) میں تو ایسی ضرور ہے جیسے لوگ چماروں کو پکڑ کر بیگار لیتے ہیں بلکہ جب اُنھیں کچھ مال دیا جاتا ہے تو ایسی جیسے چمار کو پیسہ دے کر جوتا گنٹھوا لینا، کیا اِسے کوئی کہے گا کہ چمار کو ولی وناصر بنایا، لاجرم کلماتِ علماء مخالف آیات نہ ہوئے وللہ الحمد۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

فائدہ سابعہ: **لیڈروں نے احکامِ شریعت کو کیسے بدلا** یہ تھا حکمِ شرعی جس کی تحقیق و تنقیح بحمدہ تعالٰی اُس وجہ جلیل پر ہوئی کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی، اب لیڈران اپنی تحریفیں دیکھیں احکامِ دین کو کتنا کتنا بدلا، شرعی مسئلہ کیسا کیسا مَسلا۔

اوّلاً ذکر تھا ذمی کا، لے دوڑے حربی۔

ثانیاً بروایت امام طحاوی حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد جملہ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک جواز کتابی سے خاص تھا یہ لے دوڑے مشرک۔

عہ دربارہ استعانت احکامِ شریعت تو یہ تھے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] فتح القدیر باب الموادعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۶

ثالثًا جواز باجماع قائلین حاجت سے مقید تھا اور یہ خود اپنا جرم قبولے کہ ہم کو[ع۱] احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔

رابعًا انھیں رازدار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر قطعی تھا یہ اُس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اُن کے ہاتھ بک گئے انھیں اپنا امام و پیشوا بنالیا اُن کو[ع۲] اپنا رہنما بنالیا ہے جو۔ کہتے ہیں "وہی مانتا ہوں میرا حال تو سرِ دست اس شعر کے موافق ہے"؂

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بُت پرستی کردی

(وہ عمر کہ آیات و احادیث کے ساتھ گزری ختم ہو گئی، اور بُت پرستی کی نذر کردی۔ت)

کذٰلک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار[۱] اللہ یونہی چھاپ لگا دیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر۔

خامسًا اُن کی تعظیم، انھیں مسلمانوں پر استعلاء دینا حرام قطعی تھا انھوں نے صرف ظاہری سجدہ کسی مصلحت سے بچا رکھا باقی کوئی دقیقہ مشرکوں کی تعظیم و اعلاء میں نہ چھوڑا مسلمان کہلانے والوں نے ان کی جئیں پکاریں، بیل بن کر گو پتروں کی گاڑیاں کھینچیں، اُن کی مدح میں غلو و اغراق کئے حتی کہ گاندھی کو کہہ بھاگے ؎

"خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست"[ع۳]

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے۔ت)

"نبوت[ع۴] ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے" ایک متلذ[ع۵] ہزاروں کے مجمع میں اسٹیج پر چہکتا ہے کہ "اللہ تعالٰی نے اُن کو (گاندھی کی طرف اشارہ کرکے کہا) تمھارے لئے مذکر بنا کر بھیجا ہے"۔

ع۱ خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری ص ۵ - ۱۲ حشمت علی غفرلہ

ع۲ خط مولوی عبدالباری صاحب جس کا فوٹو حسن نظامی نے چھاپا - ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

ع۳ انجمن اسلامیہ بریلی کی طرف سے گاندھی کا سپاسنامہ شعر ۱۰ - ۱۲ حشمت علی

ع۴ تقریر ظفر الملک در رفاہِ عام لکھنؤ "اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے" - اخبار اتفاق دہلی ۲۷ اکتوبر و دبدبہ سکندری یکم نومبر و پیسہ اخبار ۱۰ نومبر ۱۲ حشمت علی

ع۵ تقریر عبدالماجد بدایونی جلسہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی فتح اخبار دہلی جلد ۲ نمبر ۲۲۲ - ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

---

[۱] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف داخل کرنے کا رد

دوسرا[1] جمعہ کا خطبہ اُردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لکچر دیتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ[2] صفات وغیرہا لفظیوں کے ساتھ گاتا ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: انما المشرکون نجس[3] مشرک تو نہیں مگر ناپاک، یہ کہیں مقدس ذات۔ اللہ فرماتا ہے: اولئک ھم شر البریۃ[4] وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، یہ کہیں ستودہ صفات۔ غرض خطبۂ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رد تھا۔ آج خطبۂ جمعہ میں یہ ہوا کل نمازمیں اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ اھدنا الصراط الگاندھی پڑھیں گے اور کیوں نہ پڑھیں جسے جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالٰی نے مذکر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیھم میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے، اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے مذکر بنا کر بھیجے اُس پر انعام الٰہی تام وکامل ہے۔ الذین انعم اللہ علیھم[5] (وہ جن پر اللہ نے احسان کیا) کا بیان قرآن کریم نے من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین[5] (وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ) فرمایا ہے۔ یہ سب مقدس ذات ستودہ صفات ہیں مگر لاکھوں شہداء وصالحین کو اللہ تعالٰی نے مذکر بنا کر مبعوث نہ فرمایا تو گاندھی جی اول نمبر کے انعمت علیھم ہوئے مگر قرآن تو کفار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا اور انھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفار سے بڑھ کر کوئی انعمت علیھم نہیں۔ قاتلھم اللہ انی یؤفکون[6] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزارہا مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کرکے مسندِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسلۂ استعانت

---

[1] اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء وعینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی

[2] یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں مقدس ذات پاکیزہ خیالات ہے ۱۲ حشمت علی

---

[3] القرآن الکریم ۹/ ۲۸ — [4] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[5] القرآن الکریم ۴/ ۶۹ — [5] القرآن الکریم ۴/ ۶۹

[6] القرآن الکریم ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

کا یہ مطلب تھا کیا درمختار میں اس کا جواز لکھا تھا اجازت تھی تو استخدام کی، وہ بھی ایسا جیسے کتے سے جو پورا مسخر ہو لیا ہو، تم نے الٹی خدمت گاری بلکہ غلامی کی و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

سادسًا مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلام الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولیٰ گزرا انھوں نے اعتماد درکنار قطعاً التجا کی، التجا و اعتماد کے جو معنی گزرے اُن کے آئینہ میں اُن کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۲ کروڑ ہندوؤں کو اپنا یار و یاور بنانا کیا دلی خیر خواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے بداہت عقل کو ٹھکرائیے تو لیڈران کے گیت سُن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیر خواہ سمجھنے کے گئے ہیں" اُن[ع1] کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونت حق سے گریزاں تھے اُن کا دستِ اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہوگئے ہمیں برادرانِ وطن کو اُن کی ہمدردی کی اُجرت دے کر اُن کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کرکے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے نہ ہماری لفظی شکر گزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں اُن کے اخلاص[ع2] نے گھر کر لیا ہے"۔ دیکھئے کیسی دل کھول کر قرآن کی تکذیب کیں اب اتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ لایالونکم خبالا[2] وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے قل صدق اللّٰہ وما للظّٰلمین من انصار[3]۔

سابعًا سب جانے دو اتنا تو مفتی **دربارہ استعانت فتوٰی میں لیڈران کی موت[ع3]** لیڈران کو بھی مسلّم کہ اگر ان کی طرف حاجت پڑے اور ان سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور ان کے غدر سے

ع۱ خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ص ۵ و ۶۔ ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

ع۲ رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

ع۳ دربارۂ استعانت جو فتوٰی شاہجہانپور لیڈران نے شائع کیا اُس میں خود اُن کی موت ہے مگر لیڈران کو نہیں سوجھتی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[3] ؍؍ ۲/ ۲۷۰

امن نہ ہو تو حرامِ حاجت کا انکار خود لیڈران کو ہے اور ان کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کر لی ، کیا نرا وعدہ ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ؛

وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا [1] شیطان تو انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب ۔

یا اُنھوں نے تمھارے خیر خواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں ، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، انھم لا ایمان لھم [2] ان کی قسمیں کچھ نہیں ، یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعدا یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کرینگے ۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ؛

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیئ [3] اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہُوئی حالانکہ اُسے کچھ بھی وحی نہ ہُوئی ۔

اُن کے غدر سے امن کی تو ایک وہی صُورت تھی کہ وُہ ایسے ذلیل وقلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور رہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں ، کیا یہ ۲۲ کروڑ ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں ، جھوٹ جھوٹ اور پُورے ۲۲ کروڑ جھوٹ ۔ دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں کفر تک پہنچا دیا اور اس استعانت میں تم پر فردِ قرار داد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرا دیا احمق اُسے شائع کرواتے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وُہ انھیں پر رد ہے ، ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح ملتمس کا سا صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جس میں اُن کی موت ہے اور یہ خوشی خوشی لئے پھرتے ہیں ، نہیں نہیں نرے ناسمجھ نہیں سمجھتے ہیں مگر مقصود ہی دین کو بدلنا احکام کو کچلنا ، عوام کو چھلنا ہے ، جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو ج ائی ز لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اُس سے مَس نہیں اور اُن کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اُسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدمِ جواز کا اِشعار کیا

مفتیوں کو ہدایت

ہاں جب مفتی کو واقعہ معلوم تو فتویٰ اگرچہ بجائے خود صحت سے موسوم ایسا غلط انگیز لکھنا مذموم جسے اہلِ باطل اپنے باطل پر ڈھالیں اور اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰
[2] " ۹/ ۱۲
[3] " ۶/ ۹۳

اپنی تقویت کی راہ نکالیں یہ سمجھ لینا کہ فتوے کا مفہوم مخالف یہ ہے اور اُن کے غدر سے امن کی صورت یہاں متصور نہیں عوام جاہلوں کو میسر نہیں۔ عقود الدریہ میں ہے:

اذا علم المفتی حقیقۃ الامر ینبغی لہ ان لایکتب للسائل لئلا یکون معینا لہ علی الباطل[1]

مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اسے سزاوار نہیں کہ سائل کو اُس کے سوال کے موافق فتویٰ لکھ دے تاکہ باطل پر اس کا مددگار نہ ہو۔

اسی میں اپنے شیخ المشائخ شیخ عبد القادر صفوری سے ہے:

ان بعض المبطلین اذا صار بیدہ فتوی صال بہا علی خصمہ وقال المفتی افتی لی علیک بکذا والجاھل او ضعیف الحال لایمکنہ منازعتہ فی کون نصہ مطابقا اولا[2]

بعض اہلِ باطل کے ہاتھ میں جب فتویٰ آجاتا ہے اپنے فریق پر اُس سے حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے مفتی نے میرے لئے تجھ پر فتویٰ دیا ہے اور بے علم یا کمزور اس سے یہ بحث نہیں کرسکتا کہ اس کی عبارت صورت واقعہ سے مطابق بھی ہے یا نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو باطل و اعانت باطل و اختلاط اہلِ باطل سے بچائے اور حق پر استقامتِ تامہ عطا فرمائے والحمد للہ رب العالمین۔

مساجد میں مشرک کے لے جانے کا رد

(۱۰) لیڈران نے شریعتِ مطہرہ پر ایسے ہی شدید ظلم مسئلۂ دخول کافر بمسجد میں کئے ہیں۔

اوّلاً یہ مسئلہ تمام متون مثل تحفۃ الفقہاء و ہدایہ و وقایہ و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا محیط سرخسی و اشباہ والنظائر و وجیز کردری و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے فتوائے شائع کردہ لیڈران نے بھی یہاں عبارت درمختار میں گنجائش نہ پائی یونہی نقل کرنی پڑی کہ جاز دخول الذمی مسجدا[3] ذمی کا مسجد میں جانا جائز ہے۔

سب سے اجل و اعظم خود محرر مذہب امام محمد کا جامع صغیر میں ارشاد ہے، محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ لاباس بان یدخل اھل الذمۃ المسجد الحرام[4] یعنی امام محمد امام ابو یوسف سے راوی

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ قبیل کتاب الطہارۃ حاجی عبد الغفار پسران قندھار افغانستان ۱/۳

[2] ” ” ” ” ” ” ” ” ۱/۳

[3] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶

[4] جامع الصغیر مسائل من کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۵۲

کہ امام اعظم نے فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم ذمیوں کا مسجد حرام میں جانا مضائقہ نہیں" ذمی مراد ہو اور کافر سے تعبیر کریں کیا بعید ہے ذمی بھی کافر ہی ہے اطلاق کی سندیں اوپر گزریں کہ اراد بالکافر الذمی کافر سے ذمی مراد ہے۔ یونہی مستامن مراد ہو اور حربی سے تعبیر کریں کیا عجب ہے مستامن بھی حربی ہے، اطلاق کی سند محیط و عالمگیریہ سے گزری کہ اراد بالمحارب المستامن حربی سے مستامن مراد ہے۔ مگر ذمّی بولیں اور اُس سے حربی بھی مراد ہو یہ کس طرح معقول کہ اب تخصیص ذمی محض بے معنی و موجب غلط فہمی ہوگی کہ حربی ہرگز معنیِ ذمی میں نہیں، لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی محشیانِ درمختار کو اس میں تردّد ہوا کہ مستامن کے لئے بھی جواز ہے یا نہیں، پھر اس پر استدلال علماء بالحدیث سے سند لاکر بھی جزم نہ کیا اور کتب سے تحقیق کرنے کا حکم دیا دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے:

انظر ھل المستامن ورسول اھل الحرب مثلہ ومقتضی استدلالھم علی الجواز بانزال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفد ثقیف فی المسجد بجوازہ ویحرر۔[1]

غور طلب ہے کہ مستامن اور حربیوں کا ایلچی بھی (کہ وُہ بھی مستامن ہوتا ہے) اس حکم میں ذمیوں کے مثل ہے یا نہیں، علماء کہ جواز پر اس سے دلیل لائے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد شریف میں اتارا یہ مستامن کے لئے جواز چاہتا ہے بات ہنوز تحقیق طلب ہے۔

اقول مستامن کے لئے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ:

ان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ۔[2]

اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔

حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے، ولہٰذا وفود یہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں، ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دار الاسلام میں ہے بمنزلہ ذمی ہے ذمہ مؤبدہ و موقتہ دونوں طرح ہوتا ہے، کافی امام نسفی فصل امان میں ہے:

المراد بالذمۃ العھد مؤقتا کان او مؤبدا وذٰلك الامان وعقد الذمۃ۔[3]

ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معیّن تک ہو یا ہمیشہ کے لئے، یہ امان و عقد ذمہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۲۴۴/۵
[2] القرآن الکریم ۶/۹
[3] کافی للنسفی

یہی کہہ سکتے ہیں کہ ذمی و حربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اُس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھا اور یہ حربی لے دوڑے۔

ثانیاً یہاں بھی امام بدرالدین محمود عینی وغیرہ اکابر کی روایت یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ذمیوں میں بھی جواز صرف کتابی کے لئے ہے یہ مشرک حربی لے دوڑے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابوحنیفة یجوز للکتابی دون غیرہ واحتج بما رواہ احمد فی مسندہ بسندٍ[عہ]

امام ابوحنیفہ نے فرمایا مسجد میں کتابی (ذمی) کا آنا جائز ہے اور کفار کا نہیں اور امام اس پر اس

عہ **قول** الامام العینی بسند جید **اقول** ای علی اصولنا و مالنا ان نترک اصولنا الی اصول المحدثین، فضلا عن قول عالم متاخر شافعی، فلا علیك مما فی التقریب، وذلك ان مخرجه اشعث بن سوار عن الحسن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه، واشعث من شیوخ شعبة والثوری ویزید بن هارون وغیرهم من الاجلاء، وانتقاء شعبة فی من یأخذ منه معلوم قال الذهبی وحدث عن اشعث لجلالته من شیوخه ابو اسحٰق السبیعی[1] اھ وقد قال سفیٰن اشعث اثبت من مجالد وقال ابن مهدی هو ارفع من مجالد و مجالد من رجال صحیح مسلم وقال ابن معین اشعث احب الی من

امام عینی کا قول جید سند سے **اقول** (میں کہتا ہوں) کہ یہ سند ہمارے قاعدہ پر جید ہے اور ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول نہ چھوڑیں گے چہ جائیکہ ایک متاخر شافعی عالم کے قول کی خاطر چھوڑیں تو تقریب میں مذکور بیان تمہارے خلاف نہیں ہے یہ اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حسن اس حدیث کی تخریج کرنے والے اشعث بن سوار ہیں جبکہ اشعث، شعبہ، ثوری، یزید بن ہارون وغیرہم کے اکابر شیوخ میں سے ہیں اور شعبہ کا انتخاب ان میں جن سے اس نے روایت کی ہے وہ معروف ہے ذہبی نے کہا اشعث کی جلالت شان کی وجہ سے اس کے شیوخ میں سے ابواسحٰق سبیعی نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اھ اور سفیان نے کہا کہ اشعث مجالد کی نسبت زیادہ قوی ہے اور ابن مہدی نے کہا وہ مجالد سے بلند ترین ہے جبکہ مجالد صحیح مسلم کے راویوں میں شمار ہیں اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۹۶ اشعث بن سوار دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۶۴

جید عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا

حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے اپنی مسند میں کھری اسناد کے ساتھ جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسمٰعیل بن مسلم، وقال الامام احمد و العجلی ھو امثل فی الحدیث من محمد بن سالم، وروی ابن الدورقی عن ابن معین انہ ثقۃ وقال عثمٰن بن ابی شیبۃ صدوق وذکرہ ابن شاھین فی الثقات وقال ابن عدی لم اجد لہ فیما یرویہ متنا منکرا وقال البزار لانعلم احدا ترک حدیثہ الا من ھو قلیل المعرفۃ واختلاف قول ابن معین فی رجل یکون انہ دون الثقۃ وفوق الضعیف وھذا ھو شرط الحسن قال الذھبی فی محمد بن حفصۃ فیہ شیئ ولھذا وثقہ ابن معین مرۃ وقال مرۃ صالح ومرۃ لیس بالقوی ومرۃ ضعیف اھ ومحمد ھذا من رجال الصحیحین، وبالجملۃ وقد وثق اشعث ولم یرم بقادح قط بل لیس فیہ جرح مفسر اصلا، فحدیثہ حسن ولا شک لاجرم ان حکم العینی علی اسنادہ انہ جید حق واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ

ابن معین نے کہا میرے نزدیک اشعث زیادہ محبوب ہیں اسمٰعیل بن مسلم سے، اور امام احمد اور عجلی نے کہا وہ محمد بن سالم سے حدیث میں زیادہ مقبول ہے، اور ابن دورقی نے ابن معین سے روایت کی کہ اشعث ثقہ ہے، اور عثمان نے کہا وہ نہایت صادق ہے، ابن شاہین نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا، اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کے روایت کردہ متن کو منکر نہیں پایا، اور بزار نے کہا کہ اس کی مروی حدیث کو ترک کرنے والا صرف وہی ہے جو خود معرفت میں کمزور ہے اور ابن معین کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو ثقہ نہ ہو اور ضعف سے بالاتر ہو اور یہی حدیث حسن کی شرط ہے۔ ذہبی نے محمد بن حفصہ کے متعلق کہا کہ اس میں کچھ ضعف ہے اسی لئے ابن معین نے کبھی اس کی توثیق کی اور کبھی صالح کہا اور کبھی لیس قوی کہا اور کبھی ضعیف کہا اھ، اور یہ محمد نامی صحیحین کے رجال میں ہے، خلاصہ یہ کہ اشعث کی توثیق کی گئی اور کسی اعتراض کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا گیا بلکہ کوئی مفسر جرح اس پر قطعاً نہ ہوئی لہذا اس کی حدیث حسن ہے تو بیشک لازمی طور پر عینی کا اسکی سند کو جید کہنا حق ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۱؎ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۷۴۲۹ محمد ابن ابی حفصہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۵۲۵

مشرك الا اهل العهد وخدمهم[1]

فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک آنے پائے سوا ذمیوں اور اُن کے غلاموں کے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے:

لایمنع من دخول المسجد الذمی الکتابی بخلاف غیرہ واحتج الامام رحمہ اللہ لہ بما رواہ احمد عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

ذمی کتابی کو مسجد میں آنے سے نہ روکا جائیگا بخلاف اور کافر کے اور اس پر امام اعظم اُس حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی کتاب القضاء میں ہے:

قال شمس الائمۃ السرخسی فی شرح ادب القاضی وقد ذکر فی السیر الکبیر ان المشرك یمنع من دخول المسجد عملا بقولہ تعالٰی انما المشرکون نجس[3]

امام شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ امام محمد نے سیر کبیر میں فرمایا کہ مشرکوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے گا اس ارشادِ الٰہی پر عمل کے لیے کہ مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اگر کہئے حدیث میں تو مطلق ذمی کا استثناء فرمایا کتابی کی تخصیص کہاں ہے **اقول** (میں کہتا ہُوں۔ت) مشرکینِ عرب کو ذمی بنانا روا نہ تھا اُن پر صرف دو حکم تھے اسلام لائیں ورنہ تلوار، تو وہاں ذمی نہ تھے مگر کتابی، تو استثناء منقطع ہے بلکہ ہم نے مسند میں دیکھا او اخر مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیث اس طرح ہے کہ مذکور ہُوئی اور اُس سے ۲۷ ورق پہلے یُوں ہے:

لا یدخل مسجدنا ھذا مشرك بعد عامنا ھذا غیر اھل الکتاب وخدمھم[4]

اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے، سوائے کتابی اور ان کے غلام کے۔

تو یہاں خود کتابی کی تصریح ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب الاغتسال اذا أسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۲۳۷

[2] غمز العیون والبصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الذمی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۷۷

[3] غایۃ البیان کتاب القضاء

[4] مسند احمد بن حنبل مروی از جابر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۳۹

ثالثاً، اقول (میں کہتا ہوں ۔ ت) للہ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہوگئی کہ فرمایا "بعد عامنا ھذا" (اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوا ذمیوں کے)۔ مخالفین جتنی روایات پیش کریں اُن کے ذمہ لازم ہے کہ اُس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہوچکا اور وُہ ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے خصوصاً بعد عامنا ھذا کا لفظ ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورۂ براءت ہے غالباً اُس کا یہ لفظ پاک ارشادِ الٰہی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا[1] (مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ ت) سے ماخوذ ہے، تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منسوخات ہی پر عمل کر رہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں وخسر ھنالك المبطلون[2] (اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ۔ ت)

لیڈران کی بہی خواہیِ اسلام

رابعاً یہ بھی اختلاف احوال زمانہ وعادات قوم کو ہمیشہ مسائل تعظیم و توہین میں دخل تام ہے پھر غیر اسلامی سلطنت اور کافروں کی کثرت میں اس کی اجازت اور اس کی اشاعت اور مساجد کو پامالِ کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بہی خواہیِ اسلام ہے ؎

اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے! ہوش کر۔ت)

لیڈران کی اسلامی غیرت

خامساً واقعی بندگی بیچارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری، وہ تمھیں ملیچھ جانیں بھنگی مانیں، تمھارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہوجائے، سودا بیچیں تو دُور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دُور سے، یا پنکھا وغیرہ پیش کرکے اس پر رکھوالیں حالانکہ بحکمِ قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم اُن نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمھارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں اُن کے گندے پاؤں رکھواؤ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبتِ مشرکین نے اندھا بہرا کردیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] ؍؍ ؍؍ ۴۰/ ۷۸

سادساً ان باتوں کا ان سے **لیڈران محض اغوا کے لئے مسئلہ دخول مساجد کا** کیا کہنا جن پر حبك الشیٔ **نام لیتے ہیں، انھوں نے جو کیا بالاجماع حرام قطعی ہے** یعمی ویصم[1] (تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے) کا رنگ بھر گیا سب جانے دو خدا کو بھی منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے جواز تھا تو یُوں کہ کوئی کافر دبا لچا ذلیل وخوار مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں نجس پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ اُسے مسندِ مصطفیٰ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر بٹھاؤ مسلمانوں کو نیچا کھڑا کر کے اُس کا وعظ سناؤ، کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمھیں مل سکتی ہے حاشا ثم حاشا للہ انصاف! کیا یہ اللہ و رسول سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افترا گھڑنا، احکام الٰہی دانستہ بدلنا سوٗر کو بکری بتا کر نگلنا نہ ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بھم[2]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے یاد کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ ادنٰی درجۂ تکریم کا ہے کہ نام لے کر نہ پکارا، فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہا اللہ اکبر حدیث اس سے بھی منع فرماتی ہے، اور ائمۂ دین ذمی کافر کی نسبت وہ احکام تحقیر و تذلیل فرما چکے جن کا نمونہ ابھی گزرا کہ اسے محرر بنانا حرام، کوئی کام ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو حرام، اس کی تعظیم حرام، مسلمان کھڑا ہو تو اُسے بیٹھنے کی اجازت نہیں، بیماری وغیرہ ناچاری کے باعث سواری پر ہو تو جہاں مسلمانوں کا مجمع آئے فوراً اتر پڑے۔

بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکام ائمہ کرام دیکھیں حتی کہ فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۵/۱۹۴

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۴۲ اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی " " " ۹/۲۳۶

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[1] | اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہوجائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاوی امام ظہیر الدین و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے:

لوقال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[2] | اگر مجوسی کو بطور تعظیم "اے استاد" کہا کافر ہوگیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم یہ کچھ مسلمانوں پر اُس کی رفعت و تقدیم ہو رہی ہے اور پھر کفر بالائے طاق اُن کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی، اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جارہے ہیں، مجوسی کو تعظیماً زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہوکر کہنے والا کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے ٹھیٹ مسلمان بنا رہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دُنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمھارا فرض دینی یاد دلانے کو تو استاذ نے علم دین بتایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ خاص فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر ہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے" خدا لگتی کہنا یہ رسالت سے کے سیڑھی نیچے رہا ان لیڈر بننے والوں کا اسلام کیا ہے؟ ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

(یہی جیسے بی بی تمیز کا محکم وضو ہو۔ت)

کہ کسی طرح ٹوٹتا کیا اس میں دراڑ تک نہ پڑتی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت)

عہ دیکھو اخبار فتح دہلی جلد ۲ ع ۲۴۲ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند میں مولانا عبدالماجد بدایونی کی تقریر ص ۴ کالم اول ۱۲ حشمت علی

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

34

درباره مساجد لیڈران کا پیش کرده شاہجہانپوری فتویٰ خود انھیں پر رد ہے

الاٰیۃ محمولۃ علی الحضور استیلاء و استعلاء[۱]

کافی امام نسفی میں ہے:

الاٰیۃ محمولۃ علی منعھم ان ید خلوھا مستولین وعلی اھل الاسلام مستعلین[۲]

سابعًا ائمۂ دین نے صاف تصریحیں فرمائیں کہ کافر کا بطور استعلا مسجد میں جانا مطلقًا حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

آیت اس پر محمول کی گئی ہے کہ وہ غلبہ و بلندی کے طور پر نہ آئیں۔

آیت کے یہ معنی قرار دئے گئے ہیں کہ اُن کے ایسے آنے سے منع کیا جاتا ہے کہ بطور غلبہ آئیں اور مسلمانوں پر بلند ہوں۔

مگر ہدایہ و کافی کا اُن لوگوں کے سامنے ذکر کیا جو قرآن عظیم کے نصوص قاہرہ نہیں سُنتے، ہاں یہ کہئے کہ اگر حق مانیں تو لیڈران کی خوبیٔ قسمت ورنہ سخت درسخت نصیبوں کی شامت کہ خود لیڈری شائع کردہ فتوے نے بحوالہ ردالمحتار یہی عبارت ہدایہ نقل کردی کہ قرآن عظیم نے مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا حرام فرمایا ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے یہ دوسرا متکلس کا صحیفہ مروانی خط کی طرح اُن کے ہاتھ میں دے دیا مروانی خط ان کے ہاتھ تھا اور متلکس کا صحیفہ بند، ان کے ہاتھ میں کُھلا ہُوا فتویٰ دے دیا اور ان کو اپنی موت نہ سُوجھی اُسے شائع کراتے عوام کو بہلاتے بھلاتے ہیں۔

مفتی کو ہدایت ہاں اتنی شکایت دوستانہ مفتی صاحب سے بھی ہے کہ ذمی کا حکم حربیوں یا کتابی یا مشرکوں پر ڈھالنا درکنار صورت استعلا اگر معلوم تھی کہ طشت از بام ہے تو اُسے جانتے ہُوئے باطل پرستوں کے ہاتھ میں فتویٰ دینا نہ چاہئے تھا جس سے وہ عوام کو بہکائیں اور اپنے حرام قطعی بلکہ اس سے بھی اشد کو حلال کر دکھائیں پھر عجب یہ کہ بیان حکم میں عدم استعلا کی قید رہ جانے نے مطلقًا جواز کی سُنائی اگرچہ عبارت کتاب سے اطلاق پر آئی کتاب کی عربی عبارت عوام کیا سمجھیں انھیں گمراہ کرلینے کی لیڈروں نے راہ پائی نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

۱؎ الہدایہ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ الجزء الرابع / ۴۷۲

۲؎ کافی امام النسفی

شریعت کے ساتھ لیڈروں کی حالت مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی، کیسا کیسا شریعت کو بدلتے مَسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے، اور خیر خواہِ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں، موالاتِ مشرکین ایک، معاہدۂ مشرکین دو، استعانت بمشرکین تین، مسجد میں اعلائے مشرکین چار، ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دُنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے، دینِ الٰہی کو پامال کیا ہے، اور پھر لیڈر ہیں، ریفارمر ہیں، مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں، جو اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں، جب تک اسلام کو کُند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں،

رب اعوذبك من همزٰت الشّيٰطين ۙ واعوذبك رب ان يحضرون ۝[1] اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

آہ آہ انّا لله وانّا اليه راجعون ۝ ؎

اند کے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم   کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار ست

(آپ کے سامنے تھوڑا سا غمِ دل پیش کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ آپ کا دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔ت)

ضروری عرض واجب اللحاظ میں جانتا ہوں کہ میرا کلام اُنھیں بُرا لگے گا اور حسبِ معمول تحقیقِ حق و اظہارِ احکامِ رب الانام کا نام گالیاں رکھا جائیگا ہمیشہ عاجزوں نے اپنا عجز یُونہی چھپایا ہے احکامِ حق کو سختی بتا کر گالیاں ٹھہرا کر جواب سے گریز کا حیلہ بنایا ہے لہذا دست بستہ معروض کہ تھوڑی دیر نیچری تہذیب سے تنزّل فرما کر وہ آیتیں کہ شروع فتوٰی میں تلاوت ہُوئیں اُن پر ایمان لا کر ان مباحثِ علمیہ و احکامِ الٰہیہ کو بغور سُن لیجئے، اگر بالفرض باطل ہماری غلط فہمی ہے حق وانصاف سے بتا دیجئے ہمیں بحمد اللہ تعالٰی ہرگز وہ نہ پائیے گا جو سمجھ لینے کے بعد باطل پر اصرار حق سے انکار، نار پر عار اختیار کر رہے ہیں، اور اگر سمجھ جاؤ سمجھ گیا جاؤ گے تمھارے سمجھ وال سمجھ ہی رہے ہیں کہ دیدہ و دانستہ حق سے اُلجھ رہے ہیں، حرام کو حلال، حلال کو حرام کا جامہ پہنایا۔ اسلام کو کفر، کفر کو اسلام بنا کر دکھایا ہے تو ماننے نہ ماننے کا تمھیں اختیار ہے اور جزاء وحساب وکشفِ حجاب روزِ شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/۹۷ و ۹۸

یوم تبلی السرائر فما له من قوۃ ولا ناصر[1] جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہو گا نہ کوئی مددگار۔

ترکِ معاملت پر ایک نظر

(۱۱) حضرات لیڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی اوروں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے، اس میں دونوں کی رنگت رچائی، افراط وہ کہ نصارٰی سے نری معاملت بھی حرام قطعی، اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ اُن کی غلامی فرضِ شرعی۔ پھر بھی اُن کے اس افراط و تفریط میں اتنا فرق ہے کہ دوم نے بذاتہٖ دین کو برباد کر دیا اور اول پر عمل میں فی نفسہٖ ضررِ اسلام نہ تھا، مباح کو کوئی حرام جان کر چھوڑے تو اس چھوڑنے میں حرج نہیں کہ مباح ہی تھا نہ کہ واجب، ضلالت ہے تو اس اعتقادِ تحریم میں، لیکن حرام قطعی کو فرض منانا ایمان و عمل دونوں کا تباہ کن ہوا اور اپنے ہر پہلو سے اسلام کا برباد کرنے والا، لہٰذا اول سے بحث ضرور نہ تھی حکم بتا دیا معاندوں کا عناد اُن کے ساتھ ہے لیکن عملی حیثیت سے بھی اس خصوص میں مسلمانوں کو بہت ضرر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہے جن کا حل ان بزعمِ خود گھری نگاہ والے انجام شناس لیڈران نے کچھ سوچ رکھا ہو گا، نظر بعاداتِ حالات کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ اُن کی چیخ پکار سے تمام ہند و سند و بنگال و برما و افریقہ و جاوہ حتٰی کہ عدن تک کے مسلمان سب نوکریاں، ملازمتیں، زمینداریاں، تجارتیں یکلخت چھوڑ دیں۔ یہ شورشیں تو دو دن سے ہیں صدہا حرام نوکریاں پہلے ہی سے کر رہے ہیں وہ تو چھوڑیں نہیں مباح نوکریاں اور

ع مثلاً حضر کی نوکری کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے سوا کسی مسلمان بادشاہ کی بھی جائز نہیں یونہی خلاف ما انزل اللہ حکم کرنے کی، یونہی جس میں سُود کا لینا دینا یا حساب کرنا ہو یا دستاویزِ سُود کا کاتب یا شاہد بننا پڑے، بالجملہ حرام کام یا خود اعانتِ حرام کی ملازمت کی کہ اسلامی سلطنت و ریاست کی بھی حرام ہے اور بلا ملازمت ایسے کاموں کا انجام دینا اور زیادہ شرع پر اُجرت، یہی حال کالجوں کی ملازمت اور اُن کے تعلیم و تعلم کا ہے جہاں تعلیم مخالفِ شرع و اسلام ہو اگرچہ اسلامی کہلائے تعلم حرام اور اُس کی کسی طرح امداد حرام مگر جو علمِ دین رکھنے والا تعلیمِ دینیات پر یُوں رہے کہ طلبہ کے عقائد کی حفاظت کرے ضلالتوں کا بطلان انھیں بتایا کرے وہ بازار میں ذکرِ الٰہی کرنے والے سے بھی زائد ہو گا جسے حدیث نے فرمایا مُردوں میں زندوں کی طرح ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۹ و ۱۰

حلال تجارتیں، زمینداریاں کس طرح چھوڑدیں گے، ان جلسوں، ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سَو دو سو[2] نے نوکریاں یا دس بیس[2] نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے ترکوں[ع1] کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان، غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزارہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جارہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جارہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر و سیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہوگئے اور ہوں گے، اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روزِ حساب ہی کھُلے گا، یوم تبلی السرائر ○ فمالہ من قوۃ ولا ناصر[1] (جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ت) کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا اِتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اِتنوں نے تجارتیں اِتنوں نے زمینداریاں۔

اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے

طرفہ یہ کہ اُن کے خون گرم حامی ہمدم و محرم[ع2] اخبارات اس ترک تعاون پر بڑے بڑے

ع1 تنبیہ، تنبیہ، تنبیہ: مسلمانو! ترکوں کی حمایت اماکن مقدسہ کی حفاظت سلطنت اسلامی کی اعانت یہ سب دکھانے کے دانت تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں اشتعال ہو لاکھوں روپے کا چندہ ہاتھ آئے ورنہ بڑے ساعی لیڈروں علی برادروں سے صاف منقول ہوا کہ "مسئلہ خلافت اب طے کر رکھو ہندوستان کی آزادی کی فکر کرو ہم ہندو قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اُن کے خلاف تلوار اٹھائیں ہمارا نصب العین سلطنت کی خود اختیاری حاصل کرنا ہے ترکِ موالات اُس کا ذریعہ ہے۔" ابوالکلام آزاد سے منقول ہُوا: "لڑائی ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لئے ہے اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدّوجہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں۔" مسلمانو! اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھُلیں اور خلافت و اماکن مقدسہ کے حیلہ پر فریب کھاتے رہو تو خدا حافظ۔ حشمت علی عفی عنہ

ع2 خصوصاً روزنامہ ہمدم لکھنؤ جس کے ہر پرچہ کی پیشانی پر یہ ساقط الوزن رباعی لکھی ہوتی ہے:

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو | حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو
قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر | لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو

(باقی برصفحۂ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۱۰-۹

زور لگا رہے ہیں، خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے، اُن صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہوں گے، کیا اوروں کے لئے شور و فغاں اور اپنے لئے نوشجاں۔

لیڈران اوروں کو ترکِ تعاون کی طرف بُلاتے ہیں اور خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے

اور ایک اخباری و مطابعی کیا کریں گے بڑے بڑے لیڈر بننے والے اسی مرض میں گرفتار ہیں دیگراں را نصیحت خود را فضیحت سے

حیرتے دارم زدانشمند مجلس باز پرس　　توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

(مجھے حیرت ہے، مجلس کے دانشمند سے پھر پُوچھو، توبہ کا مشورہ دینے والے خود بہت کم توبہ کرتے ہیں۔ت)

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سر کا جو اُبھارنے میں آگئے ان مصیبت زدوں پر جو گزری سو گزری یہ سب اپنے جورو بچّوں میں چین سے رہے، ہرا لگا نہ پھٹکری۔ اور ترکِ تعاون میں بھی کیا کسی لیڈر یا مبلغ کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں، نہ اُن کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انھیں کیوں نہیں چھوڑتے، کیا واحد قہار نے نہ فرمایا:

لم تقولون مالا تفعلون ۰ کبر مقتا عند اللّٰہ ان تقولوا مالا تفعلون[1]　　کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وُہ بات کر وہ کہو جو نہ کرو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اتباعِ ہوا کی اجازت دی جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہے قال تعالٰی:

ولا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل اللّٰہ[2] اپنی خواہش کا پابند نہ ہو کہ وُہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردے گی۔

خیر گمراہی تو ان صاحبوں کے یہاں بہت آسان بلکہ محبوب تر چیز ہے مگر پچھلے مصرع پر اپنے لیڈروں اور کمیٹی کا فتویٰ لیں جس میں کہا کہ انگریزوں کے وفادار اُن کے حکم کے نیچے چلنے والے رہو اور اتنی تاکید ہے کہ ہر پیشانی پر اسی کی تجدید ہے اس سے مقاطعہ کیوں نہ فرض ہُوا اسے پارٹی بلکہ اسلام سے کیوں نہ خارج کیا، ہاں شاید ساقط الوزن کرنے میں اُس نے اپنے لئے کچھ رات لگا رکھی ہو یعنی انگریزوں کے دکھانے کو اُس طرح ہو اور لیڈروں کے سنانے کو کیونکہ آپ دیکھتے نہیں اُس میں وزن ہی کہاں ہے یوں ہے: ع

لائل سبجکٹ تم نہ برٹش کے رہو

حشمت علی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳　　[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶

کیا خدا کا سخت دشمن بننا آسان سمجھا ہے کیا تمھارے یہاں سے نہ چھپا کہ "اگر کسی مسلمان رئیس نے دباؤ یا خوشامد سے کوئی ایسی کارروائی کی جس سے ثابت ہو کہ وہ دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً اُن کا شمار مرتدین میں ہوگا اور مرتد کی سزا اسلام کے آئین میں کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے" کیا کوئی ریاست آپ کے نزدیک اس سے بری ہے کیا اس میں سب سے پیش قدم سلطنت علیہ دکن نہیں، کیا اس کے احکام اور چھپے ہُوئے فرمان ملاحظہ نہ ہوئے، کیا آپ کے لیڈروں میں اُس کے وظیفہ خوار نہیں، کیا مدخیرات سے گیارہ گیارہ روپے یومیہ پانے والوں نے اپنا یومیہ بند کرا لیا، کیا جسے اوروں کے لئے حرام بتاتے ہو آپ خوشی سے کھاتے ہو۔

لیڈروں پر لیڈروں سے مقاطعہ فرض ہے

بلا پس ہو اُن کے منہ لگا حرام اُن سے نہ چھوٹا، اور لیڈروں کا منہ کس نے بند کیا، ان پر ان لیڈروں سے مقاطعہ واجب تھا یا قرآن مجید بدل کر جو احکام دل سے گھڑے ہیں وہ کسی طرح لیڈروں کے لگ بھگ نہیں اوروں کے سر پڑے ہیں، یہ قانون کے مستثنیات عام ہیں، اور جب لیڈر خود ہی اپنے کہے پر عامل نہیں تو اُن کی چیخ پکار اوروں سے کیا عمل کرائے گی۔

ع   او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

(وہ تو خود گم ہے کسی کی کیا رہبری کرے۔ ت)

مانا کہ تم میں وہ بھی ہوں جو ان تینوں علتوں سے بری ہیں، نہ زمینداری نہ تجارت نہ اجارت کہ مالگزاری یا ابواب یا ٹیکس یا چُنگی دینی پڑے اور انگریزوں سے تعلق تعاون پیدا ہو کر حرمتِ قطعیہ کا حکم جڑے، فرض کردم کہ خود اس سے پاک ہیں نرے مفلس محتاج بے نوا ہیں پھر یہاں تو عام ذرائع رزق یہی ہیں، کیمیا تو نہ بناتے ہوں گے اوروں کے سر کھاتے ہوں گے، اُن کا مال انھیں وجوہ سے ہوگا جو تمھارے نزدیک علی الاطلاق حرام ہے، تو حرام ہی کھایا حرام ہی کمایا، ہر طرح گرفتارِ حرام ہی رہے، نجات کی صورت بتائیے پھر ترکِ معاملت کی فرضیت گائیے، اور یہ روپیہ کہ ان جلسوں میں صرف

عہ دیکھو تقریر صدارت شیخ مشیر حسن قدوائی بیرسٹرایٹ لا تعلقدار گدیا مطبوعہ لکھنؤ ص۲۹ یہ بھی مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ان مسائل میں امام و متبوع ہیں دیکھو خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری مطبوعہ لکھنؤ ص۱ "میں ان مسائل میں کبھی مشیر حسن صاحب کے خلاف مشورہ نہیں کرتا" آپ بیرسٹر بھی ہیں اور تعلقدار بھی، بھلا انگریزوں سے آپ کو کیا تعلق لہٰذا صرف اسلامی ریاستوں کو مرتد فرمایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

کررہے ہو یہ بھی تو اُس حرام کا ہے، سچ کہنا کیا دل میں سمجھ لئے ہو اگرچہ زبان سے نہ کہو کہ ؏

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت

اور ریل، تار، ڈاک کیا انگریزوں سے معاملت نہیں اس میں تو سب چھوٹے بڑے مبتلا ہو، اگر کہو انھیں سہولت کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو اعلان کردو کہ ہمارے یہاں سہولت کے لئے حرام روا ہے، اگر کہو کہ زمینداری و تجارت چھوڑیں تو کھائیں کیا، تو ملازم اگر ملازمتیں چھوڑیں تو کھائیں کیا، جو جواب تمھارا ہے وہ سب کا ہے، غرض یہ نہ چلی نہ چل سکتی ہے، نہ تم نے خود اس پر عمل کیا، نہ کرسکتے ہو، اس کی پوری تصویر یہی ہے کہ ؏

وُہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے

پھر بے معنی چیخ پکار سے کیا حاصل سوا اس کے کہ: ؏

مغز ما خورد و حلق خود بدرید (مغز ہمارا کھایا اور حلق اپنا پھاڑ لیا۔ت)

ہندوؤں کی دیگ موافقت سے بانگی کا چاول

اور بفرضِ غلط و بفرضِ باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑدیں تو کیا تمھارے جگری خیرخواہ جگلہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمھاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوٰی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو منافقانہ میل پر پھولے ہو سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو اُدھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑدی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھُل گیا کہ ؏

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کُل دولتیں دُنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انھیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف و خطر کچا ہی چبائیں۔ یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیرخواہی، یہ ہے حمایتِ اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہندو کیوں ملے ہیں اس کا راز

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھوی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا، اس کا اعادہ موجبِ افادہ، مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے:

یاَیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایألونکم خبالاً ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون [1]

اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہمراز نہ بناؤ وُہ تمہارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وُہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بیشک ہم نے تمہیں صاف صاف نشانیاں بتادیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ومن اصدق من اللہ قیلاً [2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچّی۔ ت) کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے، خیر خواہی درکنار کبھی بدخواہی میں کمی نہ کرینگے، پھر اُنھیں یار وانصار بنانا اُن سے وداد واتحاد منانا اُن کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے، اور ضرور ہے، ولٰکن لاتبصرون [3] (مگر تمھیں نگاہ نہیں۔ ت) آؤ اب ہم تمھیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور میل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر درجہ اُس کی بے پری، عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پرطے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں اوّلاً جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا، ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یُوں ہی چھوڑ جائیں بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزاراتِ اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں، ثالثاً جب یہ بھی نہ بنی تو ترکِ موالات کا جھُوٹا حیلہ کرکے ترکِ معاملت پر اُبھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کردو اس کا آخر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کا دُنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۱۸
[2] القرآن الکریم ۴/۱۲۲
[3] القرآن الکریم ۵۶/۸۵

کہ ہر صیغہ و ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوقِ اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قرقیاں ہوں گی، تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے۔ دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے" ان کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالٰی۔

منکر پر رد و انکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اس کا حکم نہیں

(۱۲) منکر کا ازالہ ضرور فرض ہے اپنے مراتب ثلاثہ پر جن میں تیسرا مرتبہ کہ تغییر بالقلب ہے یعنی دل سے اسے بُرا جاننا مطلقاً ہر حال میں فرض عین ہے اور پہلے دونوں بشرطِ قدرت علی الترتیب فرض کفایہ، مگر دوسرا یعنی تغییر باللسان اس حالت میں ہرگز فرض نہیں کہ مرتکب اس کی شناعت سے خود آگاہ ہو جان بوجھ کر اس کا مرتکب ہو اور امید واثق نہ ہو کہ منع کئے سے باز رہے گا ایسی حالت میں اُس پر زبان یا قلم سے کہ وہ بھی ایک زبان ہے رد و انکار اصلاً واجب نہیں رہتا خصوصاً جبکہ مظنہ فتنہ و شورش ہو، فتاوٰی امام قاضی خاں و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

انما یجب الامر بالمعروف اذا علم انہم یستمعون[1]	امر بالمعروف اسی وقت واجب ہے جب یہ جانے کہ وہ کان لگا کر سنیں گے۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

المقصود منہ الائتمار فاذا فات ذٰلک لایجب[2]	امر بالمعروف سے مقصود تو یہ ہے کہ لوگ مانیں جب اس کی امید نہ ہو تو وہ واجب نہیں۔

بستان امام فقیہ ابو اللیث و محیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

ان کان یعلم باکبر رأیہ انہ لو امر بالمعروف یقبلون ذٰلک منہ و	اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ مان لیں گے اور بُری بات سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللہو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

[2] نصاب الاحتساب

یمتنعون عن المنکر فالامر واجب لایسعہ ترکہ ولو علم باکبر رأیہ انہ لو امرھم بذلک قذفوہ وشتموہ فترکہ افضل، ولو علم انھم لایقبلون منہ ولایخاف منہ ضربا ولاشتما فھو بالخیار والامر افضل[1] (ملتقطاً)

باز آئیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے اسے چھوڑنے کی گنجائش نہیں اور اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ پتھر پھینکیں گے گالی دیں گے تو اُس وقت امر بالمعروف نہ کرنا ہی افضل ہے اور اگر جانیں مانیں گے تو نہیں مگر ان سے گالی کا بھی اندیشہ نہیں تو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے اور کرنا بہتر ہے۔

وجیز امام کردری و عالمگیریہ میں ہے:

اللحن حرام بلاخلاف فاذا قرأ بالالحان وسمعہ انسان ان علم انہ ان لقنہ الصواب لاید خلہ الوحشۃ یلقنہ، وان دخلہ الوحشۃ فھو فی سعۃ ان لایلقنہ، فان کل امر بمعروف یتضمن منکراً یسقط وجوبہ[2]

قرآن عظیم کا غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے تو اگر کوئی شخص غلط پڑھ رہا ہو اور دوسرا سُنے اگر یہ سُننے والا جانے کہ اُسے صحیح بتاؤں گا تو اُسے وحشت پیدا نہ ہوگی تو بتائے، اور اگر بتانے سے اُسے وحشت پیدا ہو تو اسے گنجائش ہے کہ نہ بتائے کہ جو امر بالمعروف کسی منکر کو متضمن ہو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

مثلاً کون مسلمان نہیں جانتا کہ ناحق قتل یا غارتِ مسلم حرام وموجبِ عذابِ نار ہے، کون نہیں جانتا کہ اس میں کسی طرح کی اعانت مطلقاً حرام ومستوجبِ غضبِ جبّار ہے، کون نہیں جانتا کہ زنا حرام ہے، کون نہیں جانتا کہ شراب پینا سخت خبیث کام ہے اور ہزاروں لاکھوں اس کے مرتکب ہیں، پھر کبھی نہ سُنا ہوگا کہ علماء یا اُن کی تحریریں ہر چکلے ہر بھٹی کا گشت کریں اصلاً ہرگز تمام جہان میں کوئی عالم بلکہ کوئی عاقل اس کا قائل نہیں اور خود ان لیڈروں میں جو جامۂ مولویت میں ہیں وُہ بھی اس کے عامل نہیں، آخر یہ اس لئے کہ وُہ لوگ دانستہ مرتکب ہیں اور مظنون نہیں کہ منع سے مانیں بلکہ شورش و شر کا احتمال بیشتر ایسی جگہ جب تغییر بالید مقدور نہیں تغییر باللسان کچھ ضرور نہیں، غیر ضروری اور اس پر طرہ یہ کہ نامفید ایسا شور مچانا اور بلاوجہ شرعی شورشوں کے لئے سینہ سپر ہوجانا کون سی شریعت نے واجب مانا، ایسے ہی مواقع کے لئے ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲-۵۳

[2] 〃 〃 کتاب الکراھیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ 〃 〃 ۵/ ۳۱۷

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم [1]	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو سنبھالے رہو دُوسروں کا گمراہ ہونا تمھیں نقصان نہ دے گا جب تم راہ پر ہو ۔

ہاں اگر کسی منکر شرعی پر گمراہان گمراہ گر فرقہ بندی کریں اور اُسے بزورِ زبان و زور و بہتان معروف شرعی کا جامہ پہنائیں اور اس کے لئے آیات و احادیث و اقوالِ ائمہ کی تحریف و تصحیف منائیں احکام الٰہیہ کو کایا پلٹ کرکے حرام کو حلال حلال کو حرام دکھائیں جیسا اب گاندھوی مت اور گاندھوی امت مسائل موالات مشرکین، ومعاہدہ مشرکین و استعانت مشرکین، و دخول مشرکین فی المساجد وغیرہا میں کر رہی ہے تو اُس وقت ان منکرات کبرٰی و واہیاتِ عظمٰی کا ازالہ فرضِ اعظم ہوگا ۔ خطیب بغدادی جامع میں راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا ظھرت الفتن او قال البدع فلیظھر العالم علمہ ومن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا [2]	جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اُس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ، اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل ۔

یہ سعی اُن معاندوں کے لئے نہیں جو دانستہ تغییرِ کلام اللہ و تبدیلِ احکام اللہ کر رہے ہیں بلکہ اُن شبہات کے کشف کو ہے جن سے وُہ احکامِ الٰہیہ کو بدلتے اور عوام مسلمین کو چھلتے ہیں اس امید پر کہ مولٰی عزوجل چاہے تو جو اُن کے دھوکے میں آگئے حق کی طرف واپس آئیں اور جن پر ہنوز اُن کا فریب نہ چلا بعونہٖ تعالٰی حفظ و پناہ پائیں انّ ذٰلک علی اللہ یسیر [3] ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر [4] (بیشک یہ اللہ کو آسان ہے ۔ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے ۔ ت) حضور پُرنور سیدیوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

واللہ لان یھدی اللہ بک رجلا	خدا کی قسم بیشک یہ بات کہ اللہ تیرے سبب سے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

[2] الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع حدیث ۱۳۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۰۸

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۱۹

[4] " " ۲۹/ ۲۰

واحدا خیر لك من ان یکون لك حمر النعم[1]، رواہ البخاری ومسلم عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ جعل اللہ لنا السہل والسعد فی القبل والبعد وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم۔

ایک شخص کو ہدایت فرمادے تیرے لئے سُرخ اُونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی (اللہ تعالٰی انھیں ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے سہل اور مبارک بنائے وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم۔ ت)

جہاد کے احکام واقسام کا ذکر

تنبیہ: جہاد کہ اعظم وجوہ ازالۂ منکر ہے اُس کی تین قسمیں ہیں،

(۱) جنانی (۲) لسانی (۳) سنانی

جہاد جنانی یعنی کفر و بدعت وفسق کو دل سے بُرا جاننا جو ہر کافر مبتدع وفاسق سے ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قائم ہو کیا کرتا ہے مگر جنھوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو مشرکین وکفار کا غلام کیا اُن کی راہ جُدا ہے ان کا دین غیر دین خدا ہے۔

لسانی کہ زبان وقلم سے رَد، وہ ابھی سن چکے کہ ایسوں ہی پر سب سے اہم و آکد، یہ بحمد اللہ تعالٰی خادمانِ شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد شامل ہو تو دمِ آخر تک کریں گے، وہابیہ، نیاچرہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، روافض، غیر مقلدین، ندویہ، آریہ، نصارٰی وغیرہم سے کیا اور اب ان گاندھویہ سے بھی وہی برسرِ پیکار ہیں حق کی طرف بُلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے اور مسلمانوں کو گمراہ گروں کے شر سے بچاتے ہیں، وللہ الحمد آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے۔

رہا **جہاد سنانی** ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بنصوص قرآن عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین۔

یہاں کے مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں اور واقعۂ کربلا سے لیڈران کا استناد اغوائے مسلمین

بھکانے والے یہاں واقعۂ کربلا پیش کرتے ہیں یہ اُن کا محض اغوا ہے اوّلاً اس لڑائی میں ہرگز حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۳ و ۴۲۲
صحیح مسلم باب من فضائل علی ابن ابی طالب " " " ۲/۲۷۹

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہل نہ تھی امام نے خبیث کوفیوں کے وعدوں پر قصد فرمایا تھا جب ان غداروں نے بد عہدی کی قصد رجوع فرمایا اور جب سے شروع جنگ تک اُسے بار بار احباب و اعدا سب پر اظہار فرمایا۔

(ا) جب حُر بن یزید ریاحی تمیمی رحمہ اللہ تعالےٰ اول بار ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزاحم ہوئے امام نے خطبہ فرمایا: "اے لوگو! میں تمھارا بلایا آیا ہوں، تمھارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لائیے ہم بے امام ہیں، میں آیا اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمھارے شہر میں جلوہ فرما ہوں" وان لم تفعلوا وکنتم بمقدمی کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منہ الیکم[1] "اور اگر تم عہد پر نہ رہو یا میرا تشریف لانا تمھیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا وہیں واپس جاؤں"، وُہ خاموش رہے۔

(ب) پھر بعد نمازِ عصر خطبہ فرمایا اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد کیا کہ "ان انتم کرھتمونا انصرفت عنکم[2]" اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو میں واپس جاؤں، حُر نے کہا ہمیں تو یہ حکم ہے کہ آپ سے جُدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچا دیں۔

(ج) امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا وہ بقصد واپسی سوار ہوئے حُر نے واپس نہ ہونے دیا۔

(د) جب نینویٰ پہنچے حُر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو چٹیل میدان میں اتارو جہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمھارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجالاتے ہو یا نہیں، حُر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سُنایا اور ایسی ہی جگہ اُترنے پر مجبور کیا، فدائیانِ امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی: اے ابنِ رسول اللہ! آگے جو لشکر آنے والے ہیں وُہ ان سے بہت زائد ہیں ہمیں اذن دیجئے کہ ان سے لڑیں، فرمایا: "ما کنت لابدأھم بالقتال" میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں۔

(ھ) جب خبیث ابن طیب یعنی ابن اسعد اپنا لشکر لے کر پہنچا حضرت امام سے دریافت کیا کیسے آئے؟ فرمایا: تمھارے شہر والوں نے بلایا تھا "فاما اذکرھونی فانی انصرف عنھم" اب کہ میں انھیں ناگوار ہوں واپس جاتا ہوں۔ ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا، اس خبیث نے نہ مانا، قاتلہ اللہ۔

(و) شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہوئی اُس میں بھی حضرت امام نے فرمایا: "دعونی

[1] و [2] تاریخ الطبری، ثم دخلت سنۃ احدی وستین، دار القلم بیروت، الجزء السادس ص ۲۲۸

ارجع الی المکان الذی اقبلت منه[1] "مجھے چھوڑ دو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں۔ ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اس بار وہ راضی ہُوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

(نہم) عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا:

ایھا الناس اذ کرھتمونی فدعونی انصرف الی مأمنی من الارض[2] — اے لوگو! جبکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑ دو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اشقیاء نے نہ مانا، غرض جب سے برابر قصد عود رہا مگر ممکن نہ ہُوا کہ منظور رب یونہی تھا، جنت آراستہ ہو چکی تھی اپنے دُولھا کا انتظار کر رہی تھی، وصالِ محبوب حقیقی کی گھڑی آگئی تھی تو ہرگز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی، اُن خبیثوں ہی نے مجبور کیا اب دو صورتیں تھیں یا بخوفِ جان اُس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن و سنت ہو، یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا، قال تعالٰی: "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3]" مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی اور اُس پر ثوابِ عظیم، اور یہی اُن کی شانِ رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا، اسے یہاں سے کیا علاقہ!

ثانیًا بالفرض اس بے سروسامانی میں امام کی طرف سے پہل بھی سہی تو یہاں ایک فرقِ عظیم ہے جس سے یہ جاہل غافل، فاسقوں پر ازالہ منکر میں حملہ جائز اگرچہ یہ تنہا ہو اور وہ ہزاروں اور سلطانِ اسلام جس پر اقامتِ جہاد فرض ہے اُسے بھی کافروں سے پہل حرام جبکہ اُن[ع] کے مقابلہ کے قابل نہ ہو، مجتبٰی و شرح نقایہ و ردالمحتار کی عبارت گزشتہ:

ھذا اذا غلب علی ظنه انه یکافیھم والا فلا یباح قتالھم۔ — یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں (ت)

کے بعد ہے بخلاف الامر بالمعروف[4] (امر بالمعروف کا حکم اس کے خلاف ہے۔ ت) شرح سیر میں اس کی وجہ بیان فرمائی:

ان المسلمین یعتقدون مایأمر به فلابد — امر بالمعروف میں مسلمانوں کو جو حکم دے گا وہ دل سے

ع اور شرطِ قدرت تو دفاع بلکہ کسی فرض اسلامی سے کبھی منفک نہیں بنصوصِ قطعیہ و اجماعِ اُمتِ مرحومہ۔

---

[1] الکامل فی التاریخ ذکر مقتل حسین دار صادر بیروت ۴/۵۴ و ۵۵

[2] تاریخ الطبری ثم دخلت سنۃ احدی وستین دار القلم بیروت الجزء السادس ۶/۲۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

[4] جامع الرموز کتاب الجہاد گنبد قاموس ایران ۴/۵۵۵

ان یکون فعله مؤثرا فی باطنهم بخلاف الکفار ۔[1] — اُسے حق جانتے ہیں تو ضرور اپنے دل میں اُس کے فعل سے متاثر ہوں گے بخلاف کفار۔

دیکھو امام نے کیا کیا اور تم کیا کر رہے ہو
کیوں اسلام و کفر ملاتے ہو

ثالثاً حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لیتے ہوئے شرم چاہیے تھی، کیا امام تو امام اُن کے غلام اُن کے در کے کسی کتے نے معاذ اللہ مشرکوں سے مدد مانگی، کیا کسی مشرک کا دامن تھاما، کیا کسی مشرک کے پس رو بنے، کیا مشرکوں کی جے پکاری، کیا مشرکوں سے اتحاد گانٹھا، کیا مشرکوں کے حلیف بنے، کیا ان کی خوشامد کے لئے شعارِ اسلام بند کرنے میں کوشاں ہوئے، کیا قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کر دی وغیرہ وغیرہ شنائع کثیرہ، بہتر تن سے بائیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا، امام کا نام لیتے ہو تو کیا تم میں بہتر مسلمان بھی نہیں جب تیئیس کروڑ مشرکین تمہارے ساتھ ہوں گے اُس وقت تم میں بہتر مسلمانوں کا عدد پورا ہوگا، قرآن کو پیٹھ دینے والو! کیوں امام کا نام لیتے ہو، اسلام سے اُلٹے چلنے والو! کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہو، دہلی میں فتوٰی چھاپ دیا کہ اس وقت جہاد واجب ہے بے سروسامانی کے جواب کو امام کی نظیر پیش ہوگئی اور حالت یہ کہ ذرا سی دھوپ سے بچنے کو کبوتروں کی چھاؤں ڈھونڈھ رہے ہیں، کیا تم اپنے ہی فتوے سے نہ صرف تارکِ فرض و مرتکبِ حرام بلکہ راضی بہ غلبہ کفر و ذلت اسلام نہ ہوئے، امام کا توکل اللہ پر تھا اور تمہارا اعتماد اعداء اللہ پر۔ یقین جانو کہ اللہ سچا اللہ کا کلام سچا "لا یالونکم خبالا" مشرکین تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، وہ جھوٹا فتوٰی اور یہ لوچ بھروسا اور خادمانِ شرع پر اُلٹا غصہ کہ کیوں خاموش رہے کیوں سینہ سپر نہ ہوئے، یہ ہے تمہاری خیر خواہیِ اسلام، یہ ہیں تمہارے دل ساختہ احکام جن پر نہ شرع شاہد نہ عقل مساعد، مسلمان ہونے کا دعوٰی ہے تو اسلام کے دائرے میں آؤ، تبدیل احکام الرحمٰن و اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، دیوبندیہ وغیرہم مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامنِ پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے دین تو اُن کے صدقے میں ملے۔

یایها الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انه لکم عدو — اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

---

[1] شرح السیر الکبیر

مبین ○ فان زللتم من بعد ما جاء تکم بالبینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الآ ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور○

پھر اگر روشن دلیلیں آنے پر تمہارا قدم لغزش کرے تو جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے کاہے کے انتظار میں ہیں سوا اس کے کہ گھٹا ٹوپ بادلوں میں اللہ کا عذاب اور فرشتے آئیں اور کام تمام ہو اور اللہ ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں۔

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ○ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا و اغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم ○ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین○ اٰمین یا ارحم الراحمین ○ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا وماوٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین دائما ابدا لاٰبدین عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ فی کل اٰن وحین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

ل القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰